سماجی، معاشی

اور

سیاسی زندگی

حصہ-3

درجہ-8

تیار کردہ: صوبائی کونسل برائے تعلیمی تحقیق وتربیت (SCERT) بہار، پٹنہ

بہار اسٹیٹ ٹکسٹ بک پبلشنگ کارپوریشن لمیٹڈ، پٹنہ

ڈائرکٹر (پرائمری ایجوکیشن)،محکمہ تعلیم،حکومت بہار سے منظور

صوبائی کونسل برائے تعلیمی تحقیق وتربیت (SCERT) بہار، پٹنہ کے تعاون سے پورے صوبہ بہار کے لئے

سب کے لئے تعلیمی مہم پروگرام (S.S.A. 2015-16) کے تحت

درسی کتابیں برائے

مفت تقسیم

شائع کی گئیں۔ کتاب کی خرید وفروخت قانوناً جرم ہے۔

©بہار اسٹیٹ ٹکسٹ بک پبلشنگ کارپوریشن، لمیٹڈ، پٹنہ

S.S.A. 2015-16 : 48,231

–:شائع کردہ:–

بہار اسٹیٹ ٹکسٹ بک پبلشنگ کارپوریشن، لمیٹڈ

پاٹھیہ پستک بھون، بدھ مارگ، پٹنہ۔800001

مطبوعہ: گلوبل پرنٹ ایسوسی ایٹ، جامن گلی، سبزی باغ، پٹنہ۔۴ (ٹکسٹ کے لئے .H.P.C کا 70 GSM Cream Wove واٹر مارک اور سرورق کے لئے .H.P.C کا .G.S.M 130 وہائٹ واٹر مارک کاغذ استعمال میں لایا گیا) (Size (24x18 cm

پیش لفظ

محکمہ تعلیم، حکومت بہار کے فیصلے کے مطابق، اپریل 2009ء سے پہلے مرحلہ میں ریاست کے درجہ IX کے طلباء وطالبات کے لئے نئے نصاب کو نافذ کیا گیا۔ اسی کے تحت تعلیمی سال 11-2010 کے لئے درجہ I، III، VI اور X کی تمام لسانی اور غیر لسانی درسی کتابوں کا نصاب نافذ کیا گیا۔

اس نئے نصاب کے تحت قومی کونسل برائے تعلیمی تحقیق وتربیت (NCERT)، نئی دہلی کے ذریعہ تیار کردہ درجہ X کے حساب (ریاضی) اور سائنس نیز صوبائی کونسل برائے تعلیمی تحقیق وتربیت (SCERT)، بہار، پٹنہ کے ذریعہ تیار کردہ درجہ I، III، VI اور X کی تمام درسی کتابیں بہار اسٹیٹ ٹکسٹ بک پبلشنگ کارپوریشن لمیٹڈ کی جانب سے سروق کی ڈیزائنگ کر کے شائع کی گئیں۔ اس سلسلے کی کڑی کو آگے بڑھاتے ہوئے تعلیمی سال 2012-2011 کے لئے درجہ II، IV اور VII کی نئی درسی کتابیں صوبے کے طلباء وطالبات کے لئے فراہم کی گئیں اور تعلیمی سال 13-2012 کے لئے درجہ V اور VIII کی نئی کتابیں دستیاب کرائی گئیں۔ ساتھ ہی ساتھ درجہ II، IV اور VII کی کتابوں کا نیا ترمیم واضافہ شدہ ایڈیشن بھی اسی سال ایس سی ای آر ٹی، بہار پٹنہ کے تعاون سے شائع کیا گیا۔

ریاست بہار میں معیاری اسکولی تعلیم کے لئے معزز وزیر اعلیٰ، بہار جناب جیتن رام مانجھی، وزیر تعلیم جناب برشن پٹیل اور محکمہ تعلیم کے پرنسپل سکریٹری جناب آر۔ کے۔ مہاجن کی رہنمائی کے تئیں ہم تہہ دل سے شکر گزار ہیں۔

این سی ای آر ٹی، نئی دہلی اور ایس سی ای آر ٹی، بہار، پٹنہ کے ڈائرکٹر صاحبان کے بھی ممنون ہیں، جن کا بیش قیمت تعاون ہمیں ملا۔

بہار اسٹیٹ ٹکسٹ بک پبلشنگ کارپوریشن لمیٹیڈ طلباء سرپرستوں، معلموں نیز ماہرین تعلیم کے تبصروں اور مشوروں کا ہمیشہ خیر مقدم کرے گا، تاکہ ریاست کا ملک کے تعلیمی شعبہ میں بلند مقام حاصل ہو سکے۔

دلیپ کمار I.T.S.
مینجنگ ڈائرکٹر
بہار اسٹیٹ ٹکسٹ بک پبلشنگ کارپوریشن، لمیٹیڈ

ابتدائیہ

قومی نصاب کا خاکہ 2005 میں دی گئی ہدایتوں اور بہار نصاب کا خاکہ 2008 کے رہنما اصولوں کو مدنظر رکھتے ہوئے پیش نظر کتاب 'سماجی، معاشی اور سیاسی زندگی' حصہ 3 ترتیب دی گئی ہے۔ یہ کتاب نصاب کے عین مطابق مرحلہ وار ورک شاپ کا انعقاد کے مختلف اساتذہ، ماہرین موضوعات اور ریسورس پرسنس کی نگرانی میں تیار کی گئی ہے۔ کتاب کی تصنیف و ترتیب کے دوران اس بات کا خاص خیال رکھا گیا ہے کہ بچوں میں تلاش کے رجحان اور مدعا کو سمجھے کی صلاحیت اور ذہانت کا فروغ ہو۔ ساتھ ہی ان میں اس شعور کو بھی فروغ حاصل ہو کہ حقائق کے پس پردہ بنیادی تصورات کیا ہیں۔ یہ کوشش بھی کی گئی ہے کہ قبل کے درجوں میں موجود کثرت میں وحدت اور مساوات جیسے اصولوں کی بنیاد پر آٹھویں درجہ میں سماجی انصاف کے پہلوؤں پر ٹھوس سمجھ قائم کی جا سکے۔ جمہوریت کے ان اصولوں کی وضاحت کرتے وقت اس امر کو بھی پیش نظر رکھا گیا ہے کہ ہندوستان کے سماجی ڈھانچے میں جمہوریت کے اصولوں اور عملی پہلوؤں میں کس طرح تال میل بیٹھتا ہے، اسے بھی ابھارا جائے۔ سماجی انصاف کے نکات کے اردگرد جمہوری ادارے کس طرح سماج کی توقعات کو پورا کرتے ہیں، اس پر بھی گفتگو ہو۔ جہاں ایک طرف امداد باہمی کے توسط سے سماجی تعاون کی بات بتائی گئی ہے، وہیں دوسری طرف حکومت کے ذریعہ دئے گئے غذائی تحفظ کے توسط سے سماجی انصاف کے مرحلوں پر روشنی ڈالی گئی ہے۔ کتاب میں کوشش کی گئی ہے کہ تمام اکائیاں دلچسپ ہوں اور بچوں کی روزمرہ کی زندگی سے جڑی ہوئی محسوس ہوں۔ کتاب کی تصنیف و ترتیب کا یہ اسلوب مطالعہ کے تئیں بچوں میں دلچسپی اور تجسس پیدا کرنے کی ایک کوشش ہے۔ بچوں میں سائنسی زاویۂ نظر سے سماجی شعور کو فروغ دینا بھی کتاب کا ایک اہم مقصد ہے۔

کتاب میں یہ بھی کوشش کی گئی ہے کہ مناسب جگہوں پر مشق اور عملی سرگرمیوں کو شامل کیا جائے۔ باکس میں متعلقہ نکات پر ایسے سوالات پوچھے گئے ہیں، جن سے بچوں میں سوچنے سمجھنے کی صلاحیت کو فروغ حاصل ہو۔

پیش نظر درسی کتاب کو تیار کرنے میں بہار ایجوکیشن پروجیکٹ کونسل اور یونیسیف کا قابل تعریف رول رہا ہے۔ کتاب کے مسودے کو صوبائی کاؤنسل برائے تعلیمی تحقیق و تربیت، بہار، پٹنہ کے فیکلٹی ممبروں، ماہرین موضوعات، قومی کاؤنسل

برائے تعلیمی تحقیق و تربیت، نئی دہلی کے ریسورس پرسنس، ودیا بھون سوسائٹی اور ایک لو یہ شیکشک شودھ ایوم نو اچار سنستھان کے ساتھ گہرے تبادلۂ خیال کے بعد حتمی شکل دی گئی ہے۔ کتاب کے مصنفین و مرتبین، ماہرین موضوعات، کوآرڈینیٹر، تجزیہ نگار، مصور، ڈیزائنر اور ایس سی ای آر ٹی کا شعبۂ ٹیچرس ایجوکیشن خصوصی طور پر مبارکباد کے مستحق ہیں، جن کی انتھک کوششوں کے بعد کتاب اس شکل میں ہمارے سامنے موجود ہے۔

آخر میں تمام طلباء اساتذہ، سرپرستوں اور ماہرین تعلیم سے درخواست ہے کہ وہ اس کتاب کو دیکھیں، سمجھیں، پڑھیں اور اسے بہتر بنانے کے لئے اپنے بیش قیمتی خیالات سے ہمیں نوازیں۔

آپ کی آراء اور مشوروں کے ہم منتظر رہیں گے۔

حسن وارث

ڈائرکٹر انچارج

صوبائی کونسل برائے تعلیمی تحقیق و تربیت، بہار، پٹنہ

رہنما کمیٹی برائے فروغ درسی کتب

☆ جناب راہل سنگھ

اسٹیٹ پروجیکٹ ڈائریکٹر بہار ایجوکیشن پروجیکٹ کونسل، پٹنہ

☆ جناب امت کمار

اسسٹنٹ ڈائرکٹر، پرائمری ایجوکیشن، محکمہ تعلیم، حکومت بہار

☆ جناب رام شرناگت سنگھ،

جوائنٹ ڈائرکٹر، محکمہ تعلیم، حکومت بہار، پٹنہ

☆ ڈاکٹر گیان دیومنی ترپاٹھی

پرنسپل مینری کالج آف ایجوکیشن اینڈ مینجمنٹ، حاجی پور

☆ جناب حسن وارث

ڈائرکٹر ایس سی ای آر ٹی، پٹنہ

☆ جناب مدھوسودن پاسوان

پروگرام آفیسر، بہار ایجوکیشن پروجیکٹ کونسل، پٹنہ

☆ ڈاکٹر سید عبدالمعین

صدر، ٹیچرس ایجوکیشن، ایس سی ای آر ٹی، پٹنہ

☆ ڈاکٹر شویتا شانڈلیہ

ایجوکیشن اکسپرٹ، یونیسیف، پٹنہ

مجلس برائے فروغ درسی کتاب

سبجکٹ اکسپرٹ

جناب اروند سردانا ایک لویہ، شیکشک شودھ ایوم نواچار سنستھان (مدھیہ پردیش)

محترمہ وشانوانی، ٹی آئی ایس ایس، ممبئی

جناب رام مورتی، ھندی ہیڈ ماسٹر، شا۔ ہائی اسکول کرگر، تحصیل ڈیرابسئی ۔2، ضلع ایس اے ایس نگر، پنجاب

جناب پرسن کمار، ودیا بھون سوسائٹی، ادے پور

مرتبین (ھندی)

محترمہ ٹلیکا پرساد، لکچرر، پی ٹی ای سی، باڑھ، پٹنہ

جناب وجے کمار سنگھ، ٹیچر، ایف این ایس اکیڈمی، پٹنہ

جناب کاتیاین کمار ترپاٹھی، ٹیچر، پرائمری اسکول، چولی ٹال، گلزار باغ، پٹنہ

جناب اوم پرکاش، ٹیچر، دھنیشوری دیونندن گرلس ہائر سیکنڈری اسکول، داناپور، پٹنہ

محترمہ ناہیدہ پروین، ٹیچر، پی این اینگلو سنسکرت ہائر سیکنڈری اسکول، نیاٹولہ، پٹنہ

جناب آشیش کمار، ٹیچر، ہائی اسکول، وِیراوئی، آرہ، پٹنہ

جناب پروین کمار، ٹیچر، مڈل اسکول، کھونہا، ستر کٹیا، سہرسہ

جناب آفتاب عالم، ٹیچر، مڈل اسکول، سارنگ پور، بھوجپور
جناب وکاس کمار رائے، ٹیچر، پرائمری اسکول، شری کانت پور، راجپور، بکسر
جناب تریپوراری کمار، ٹیچر، مڈل اسکول، بڑکا ڈمرا، آرہ، مفصل، بھوجپور

ترتیب

جناب لال بہادر، اوجھا، بھوپال
محترمہ ٹلٹل وشواس، ایکلویہ، بھوپال

کوآرڈینیٹر

ڈاکٹر ریتا رائے، لکچرر، ایس سی ای آر ٹی، بہار، پٹنہ

نظر ثانی

ڈاکٹر پرمانند سنگھ، ٹیچر، اسٹوڈنٹ سائنٹیفک ہائی اسکول، پٹنہ
ڈاکٹر ونے کمار سنگھ، ایسوسی ایٹ پروفیسر، شعبۂ معاشیات، ایس ایم ڈی کالج، پُن پُن، پٹنہ

مرتبین (اردو)

ڈاکٹر نسیم احمد نسیم، جی ایم کالج، بتیا (مغربی چمپارن)، بہار
جناب سید جاوید حسن، سابق رکن، لٹریسی پروموشن کمیٹی، ڈائرکٹوریٹ آف ایڈلٹ ایجوکیشن، نئی دہلی

نظر ثانی (اردو)

ڈاکٹر نثار احمد فیضی، ڈاکٹر ذاکر حسین انٹر کالج، پٹنہ

مصوری

محترمہ بوسکی جین، ایکلویہ، بھوپال

ڈیزائن

محترمہ بوسکی جین، ایکلویہ، بھوپال
محترمہ اندوشری کمار، ایکلویہ، بھوپال

ڈیزائن تعاون

جناب کملیش یادو، ایکلویہ، بھوپال
محترمہ سُجاتا ساہنی، بھوپال

بہ شکریہ یونیسیف

اسباق کی فہرست

سبق نمبر	سبق کا عنوان	صفحہ نمبر
سبق۔1	ہندوستانی آئین	1
سبق۔2	سیکولرزم اور بنیادی حقوق	15
سبق۔3	جمہوری حکومت (عوام اور اُن کے نمایندے)	27
سبق۔4	قانون کی سمجھ	27
سبق۔5	عدلیہ	48
سبق۔6	عدالتی عمل	56
سبق۔7	امداد باہمی	68
سبق۔8	غذائی تحفظ	78

باب

1

ہندوستانی آئین

آئین کیا اور کیوں؟

کیا آپ نے کبھی اپنے اسکول کے متعلق سوچا ہے۔ آپ شاید یہی سوچ رہے ہوں گے کہ بھلا اس میں سوچنے والی کیا بات ہے؟ اسکول میں ہم پڑھنے کے لئے آتے ہیں۔ اس میں ایک صدر مدرس اور کئی اساتذہ اور استانیاں ہوتی ہیں جو الگ الگ مضامین پڑھاتے ہیں۔ یہ باتیں جو آپ کو بظاہر معمولی سی لگتی ہے، اتنی معمولی نہیں ہیں۔ کسی بھی اسکول کو بہتر طریقے سے چلانے کے لئے کچھ قاعدے قانون ہوتے ہیں۔ جیسے اسکول میں داخلے کے لئے بچوں کی ایک متعین عمر، ہر جماعت کا ایک متعین نصاب کا ہونا ضروری ہے۔ ہر سبجیکٹ میں باصلاحیت اساتذہ کا پڑھانا، ایک ہیڈ ماسٹر کا ہونا جس پر پورے اسکول کو عمدہ طریقے سے چلانے کی ذمہ داری ہوتی ہے۔ یہ سب بہت ضروری باتیں ہیں۔

اسکول کے جن قاعدے اور ضابطے کی طرف توجہ دلائی گئی ہے یہ بھی کچھ بنیادی قانون پر منحصر ہوتے ہیں۔ ان بنیادی قوانین کو دھیان میں رکھ کر ہی دوسرے اصول اور قانون بنائے جاتے ہیں جیسے حصول تعلیم کا حق 2009، یہ ایک بنیادی قانون ہے جس کے تحت اسکولوں کے لئے کئی اصول بنائے گئے ہیں۔ جیسے 6 سے 14 سال کے لڑکے اور لڑکیوں کو کسی بھی اسکول میں داخلہ لینے سے نہیں روکا جاسکتا۔ ہر تین کیلومیٹر کے دائرے میں درجہ 8 تک کی پڑھائی کے لئے سرکاری اسکول کا ہونا لازمی ہے۔ درجہ 1 سے 5 تک کے اسکولوں میں بچوں اور اساتذہ کا تناسب 30:1 ہونا چاہئے۔

1. آپ اپنے اسکول میں جن قاعدے اور قانون پر عمل کرتے ہیں ان کی ایک فہرست تیار کیجئے۔
2. آپ کی استانی صاحبہ اسکول میں کن قاعدوں پر عمل کرتی ہیں، اُن سے معلوم کیجئے اور فہرست بنائیے۔
3. ذرا غور کر کے بتائیے کہ آپ کے ہیڈ ماسٹر کو اسکول چلانے کے دوران کن کن مسائل سے دوچار ہونا پڑتا ہے۔

اب سوچنے والی بات یہ ہے کہ جیسے ایک اسکول کو چلانے کے لئے اتنے سارے قاعدے قانون کی ضرورت پڑتی ہے۔ اُسی طرح ملک کو چلانے کے لئے بھی کچھ بنیادی ضابطوں کی ضرورت پڑتی ہے۔ جس پر عمل کرنا اس ملک کے عوام اور وہاں کی حکومت دونوں کے لئے ضروری ہے۔ انہیں ضابطوں اور اصولوں کے مجموعے کو آئین کہتے ہیں۔

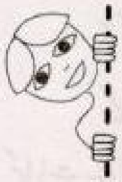

حصول تعلیم کا حق قانون-2009 پر اپنی جماعت میں الگ الگ گروپ میں بحث کیجیے اور اس کی خاص باتوں کو چارٹ پیپر پر لکھ کر اپنی جماعت میں سجائیے۔ اس کے لئے پہلے آپ کو کئی ذرائع جیسے اخبار، انٹرنیٹ یا اپنے اساتذہ سے جانکاری حاصل کرنی پڑے گی۔

ہندوستانی آئین انگریزی حکومت کے خلاف طویل جدوجہد اور دوسرے کئی ملکوں کے آئین کے تجربوں کا نتیجہ ہے۔ یہ آئین مختلف طبقوں، ذات اور خطے کے دانشوروں اور تجربہ کار لوگوں کے غوروفکر کا ثمرہ ہے۔

ہندوستانی آئین صرف یہ نہیں بتاتا کہ ملک کا حکومتی انتظامیہ کیا ہوگا بلکہ یہ بھی واضح ظاہر کرتا ہے کہ ہم کس طرح کے معاشرے کی تعمیر چاہتے ہیں اور ہمارے کیا فرائض ہونے چاہئیں۔ اور سب سے اہم بات یہ ہے کہ ان اختیارات اور حقوق کی حفاظت کیسے ہو، جس سے سب کا بھلا ہو۔

اب ذرا سوچئے کہ آپ نہروال نام کے علاقے میں رہتے ہیں۔ آپ چاہتے ہیں کہ یہاں رہنے والے تمام لوگ پُرامن طریقے سے رہیں اور ضرورت پڑنے پر ایک دوسرے کی مدد کریں۔ اگر ان میں آپسی اختلاف ہو تو اس کا حل بہتر ڈھنگ سے نکالا جاسکے۔ آپسی تنازعات کو حل کرنے کا کوئی خاص طریقہ اپنایا جائے اور تمام لوگوں کو ان کی صلاحیت کے مطابق کام ملے اور ہر کام کے لئے مناسب اُجرت ملے۔

اگر آپ سبھی کو اوپر ظاہر کئے گئے حالات کے مطابق علاقے کے کچھ بنیادی ضابطے اور قانون بنانے کا کام دیا جائے تو نیچے دی گئی باتوں کو آپ کیسے طے کریں گے؟

1. اوپر دیئے گئے مقاصد کو پورا کرنے کے لیئے آپ نہروال علاقے کے لیئے کون سے قانون بنائیں گے؟
2. یہ تو ہوئی قانون بنانے کی بات، اب یہ کیسے طے کریں گے کہ یہ قانون کس طرح نافذ ہوں گے۔

کچھ ہی دیر میں راشد ہانپتا ہوا واپس آتا ہے اور کہتا ہے، مالک سرلا بہن نے مجھے کہا کہ اگر تم منی کی پڑھائی چھڑوا کر اس سے کام کرواؤ گے تو میں رپٹ کر دوں گی۔

اوپر دی گئی تصویری کہانی کے مدنظر دیئے گئے سوالوں کے جوابات تلاش کیجیے۔

1. سرلا بہن نے مُنّی کو کام پر کیوں نہیں جانے دیا؟

2. اپنے گھر کے بزرگوں سے معلوم کیجئے کہ کیا کبھی انہوں نے ایسا کوئی واقعہ دیکھا ہے؟

3. آپ کے خیال میں چھوٹی عمر کے بچوں کو کام پر کیوں نہیں لگانا چاہئے؟

جس طرح ایک چھوٹے سے علاقے کی ترقی اور خوشحالی کے لئے کچھ ضابطوں پر عمل درآمد کی ضرورت پڑتی ہے اُسی طرح ملک کو چلانے کے لئے بھی قاعدے قانون کی ضرورت ہوتی ہے اور آئین کو پورے ملک میں اپنایا جاتا ہے۔ آئین میں شہریوں کے حقوق اور ان کے فرائض کا ذکر کیا جاتا ہے۔ ساتھ میں یہ بھی بتایا جاتا ہے کہ اگر کسی شہری کے حقوق کی پامالی ہوتو اس حالت میں اُسے کیا کرنا چاہئے۔

آئین صرف اصولوں اور قانون کا مجموعہ نہیں ہے جو سماج کے سیاسی پہلو کو بتاتا ہے، بلکہ یہ لوگوں کی روزمرہ کی زندگی کی سرگرمیوں کو بھی کہیں نہ کہیں متاثر کرتا ہے۔ آئین، حکومت کو مفادِ عامہ میں کام کرنے کے لئے ایک سمت عطا کرتا ہے، جس سے سبھی لوگوں کی، خاص طور پر سماج کے کمزور طبقوں کی ترقی ہو سکے۔ جیسے شیڈیولڈ کاسٹ (درج فہرست ذات) اور شیڈیولڈ ٹرائب (درج فہرست قبائل) کے بچوں کے لئے وظیفہ کا منصوبہ اور بوڑھے لوگوں کے پنشن کا منصوبہ وغیرہ۔

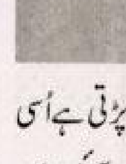

نیچے دیئے گئے واقعات وحادثات کو غور سے پڑھیں۔ اساتذہ سے معلوم کریں کہ متاثرہ لوگوں کی مدد آئین کس طرح سے کرتا ہے:

1. جہیز کے لئے عورتوں کو جلا دینا۔

واقعات

2. دس سال کے بچے سے چائے کی دکان میں کام کروانا۔

3. بغیر کوئی وجہ بتائے کسی شہری کو 24 گھنٹے سے زیادہ پولس حراست میں رکھنا۔

4. کسی بھی آدمی کو ذات، جنس اور مذہب کے نام پر کسی عوامی مقام پر جانے سے روکنا۔

5. حکومت کے ذریعہ کسانوں کی زمین کو بغیر مناسب معاوضہ کے ضبط کر لینا۔

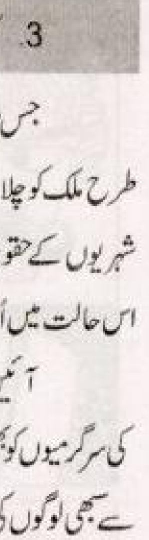

1. آئین کسے کہتے ہیں؟
2. بنیادی ضابطے کیا ہوتے ہیں؟
3. کسی صحت مرکز سے پتا لگائیے کہ سرکار کے ذریعہ لوگوں کو کون کون سی بنیادی سہولتیں فراہم کی جاتی ہیں۔
4. اپنے اسکول میں دی جانے والی سرکاری سہولتوں کی ایک فہرست مرتب کیجئے۔

ہندوستانی آئین کا تاریخی پس منظر

سبق کے گذشتہ حصے میں ہم نے پڑھا کہ آئین کیا ہے؟ اور اس کی ضرورت ہمیں کیوں پڑی؟ سبق کے اس حصے میں ہم آئین سازی کے تاریخی پس منظر کو سمجھنے کی کوشش کریں گے۔ ہم یہ جاننے کی کوشش کریں گے کہ وہ کون کون سے تاریخی واقعات ہیں جنھوں نے ہندوستان کے آئین کو ایک خاص شکل دینے میں اہم رول ادا کیا ہے۔

کسی بھی آئین کا روپ سمجھنے کے لئے یہ معلوم کرنا لازمی ہے کہ اس کو بنانے کا کام کن حالات میں ہوا۔ وہ اثر انگیز ہے کہ نہیں؟ اس کے لئے ضروری ہے کہ اس ملک میں رہنے والے عوام کے تاریخی، سماجی، معاشی، سیاسی اور ثقافتی پس منظر کو شامل کیا گیا ہے یا نہیں؟ اُس ملک کے مختلف طبقوں اور سماجی فلاح کو رکھا گیا ہے یا نہیں؟ سب سے اہم بات یہ ہے کہ آئین بنا کیسے؟ اور اُسے بنانے کے مرحلے میں اُس ملک کے سبھی طبقے کے لوگ اس میں شامل ہو پائے تھے یا نہیں؟

آئین پر دستخط کرتے ہوئے جواہر لال نہرو

1885ء میں بھارتیہ راشٹریہ کانگریس کے قیام کے بعد آنے والے کچھ برسوں میں ہی بھارتیہ راشٹریہ کانگریس اور ملک کی کئی مختلف تنظیمیں آئینی اصلاح اور قانون سازی کرنے والے اداروں میں ہندوستانیوں کو زیادہ سے زیادہ تعداد میں شامل کرنے کی مانگ کرنے لگیں۔ کانگریس کے رہنما انگریزی سرکار کی ہندوستان کے متعلق بنائے جا رہے اصولوں کی تنقید

کرتے ہوئے عام طور پر یہ سوال اٹھاتے تھے کہ انگریزی حکومت نے جو اختیارات اپنے ملک برطانیہ کے شہریوں کو دیئے ہیں وہ اختیارات ہندوستانی شہریوں کو کیوں نہیں دیے جا رہے ہیں۔ جیسے۔ ووٹ دینے کا حق، انتخاب لڑنے کا حق، اپنی خواہش کے مطابق کاروبار کرنے کا حق وغیرہ۔

ہندوستانی عوام کی شروعاتی مانگوں میں خاص طور سے یہ بات شامل تھی کہ بھارت کے لئے قانون بنانے والے ادارے جیسے نیشنل اسمبلی وغیرہ میں ہندوستانیوں کے نمائندوں کو زیادہ سے زیادہ شامل کیا جائے۔ اسمبلی میں بجٹ پر سوال کرنے کا اختیار دیا جائے اور ہندوستانی منصفوں کو یورپ اور دوسرے ممالک تک انگلینڈ کے شہریوں کے خلاف مقدمے سننے کا اختیار دیا جائے، اسی دوران کئی واقعات نے بھی آئین کی مانگ کو متاثر کیا۔

جلیاں والا باغ واقعہ

انگریزوں کے ذریعہ ہندوستانی کسانوں کو نیل کی کھیتی کے لئے مجبور کرنا

1. اوپر دی گئی تصویروں کو دیکھ کر انگریزی طرز حکومت کے متعلق آپ کیا سوچتے ہیں؟
2. کیا آپ کو محسوس ہوتا ہے کہ انگریزی حکومت نے ہندوستانیوں کے حقوق کو پامال کیا ہے؟ کیسے؟
3. کس چیز کی کھیتی کے لئے کسانوں کو مجبور کیا جا رہا تھا؟

4. اگر ہمارا ملک آزاد رہتا تو کیا اس طرح لوگوں کو ان کے منشا کے خلاف مجبور کیا جاتا؟
5. اگر اس وقت ہندوستان آزاد ہوتا اور اس کا اپنا آئین ہوتا تو کیا اس طرح کے واقعات کو ہونے نہیں دیا جاتا؟

1920ء میں بھارتیہ نیشنل کانگریس نے ہندوستانی عوام کے ذریعہ اپنا آئین خود بنانے کی واضح مانگ رکھی۔ 1928ء میں موتی لعل نہرو اور کانگریس کے آٹھ رہنماؤں نے ہندوستان کی ایک نئی شکل وشباہت تیار کی۔ 1931ء میں کراچی میں ہوئے بھارتیہ راشٹریہ ادھیویشن میں ہندوستانی آئین کے مسودے سے متعلق تجویز پیش کی گئی) ان دونوں تجویزوں میں بنیادی قدروں کو شامل کیا گیا تھا۔ جیسے آزاد حق رائے دہی، آزادی اور مساوات کا حق، پارلیمانی اور ذمہ دار سرکار اور اقلیتوں کے حقوق کی حفاظت۔

1934ء میں ایک آزاد مجلس آئین ساز کی مانگ کی گئی، جو جنگ عظیم دوم کے دوران اور تیز ہوگئی۔ بالآخر دسمبر 1946ء میں مجلس آئین ساز کی تشکیل کی گئی جس کے صدر ڈاکٹر سچیدانند سنگھ تھے اور ان کی صدارت میں ڈاکٹر راجندر پرساد مجلس آئین ساز کے عبوری صدر بنائے گئے۔ یہ دونوں شخصیات بہار سے تعلق رکھتی تھیں۔

1. ہندوستان کے آئین کو بنانے کے لئے کانگریس نے سب سے واضح مانگ کب پیش کی؟
2. انگریز سرکار ہندوستانی عوام کی آزاد آئین سبھا کی مانگ کو کیوں نہیں ماننا چاہتے تھے؟
3. ہندوستانی عوام نے ابتدائی دور میں کیا کیا مطالبات رکھے؟

کچھ جاننے لائق باتیں

☆ ہندوستانی آئین لکھنے والی کمیٹی میں 299 ممبران تھے اور ڈرافٹنگ کمیٹی کے صدر ڈاکٹر بھیم راؤ امبیڈکر تھے۔
☆ مجلس آئین ساز منتخب عوامی نمائندوں کی مجلس ہے۔ جو آئین سازی کا کام کرتی ہے۔
☆ ہندوستانی مجلس آئین ساز نے 9 جنوری 1946ء کو آئین سازی کا کام شروع کیا۔
☆ 26 نومبر 1949ء کو آئین لکھنے کا کام پورا ہوگیا۔
☆ 26 جنوری 1950ء کو آئین نافذ کردیا گیا۔

آئین کی بنیادی قدریں

کسی بھی ملک کے آئین کی ان قدروں کو بنیادی قدریں کہا جاتا ہے، جو ملک کے لوگوں کے لئے مثالی رہے ہوں اور عوام کی زندگی کو خوش حال بنانے میں معاون رہی ہوں۔ ہندوستان کی آئین سازی کے دوران بھی ایسے اقدار کو سامنے رکھا گیا جو ملک کے اصول اور حرمت کے لئے صدیوں قبل ہندوستانیوں نے اپنایا تھا۔ یہ اصول اور اقدار جنگ آزادی کے دوران بھی ہندوستانی عوام کی جدوجہد کا خاص مرکز رہیں۔

ان قدروں میں جمہوریت، آزادی ، مساوات، انصاف اور سیکولرازم خاص ہیں۔ ان قدروں کی اہمیت اس بات سے ثابت ہوتی ہے کہ انہیں سب سے پہلے مجلس آئین سازی کی تمہید (Preamble) میں لکھا گیا ہے۔

ہمارا آئین

تمہید

ہم بھارت کے عوام متانت وسنجیدگی سے عزم کرتے ہیں کہ بھارت کو مقتدر، سماج وادی، غیر مذہبی، عوامی جمہوریہ بنانے اور اس کے تمام شہریوں کے لئے حاصل کریں—

انصاف، سماجی، معاشی اور سیاسی

آزادی خیال، اظہار، عقیدہ، دین اور عبادت

مساوات بہ اعتبار حیثیت اور موقع

اور ان سب میں

اخوت کو ترقی دیں جس سے فرد کی عظمت اور قوم کے اتحاد اور سالمیت کا تیقن ہو۔ اپنی آئین ساز اسمبلی میں آج چھبیس نومبر ۱۹۴۹ء کو آئین ذریعہٗ ایذا اختیار کرتے ہیں، وضع کرتے ہیں اور اپنے پر نافذ کرتے ہیں۔

1۔ کسی بھی ملک کے آئین میں عام طور پر کس طرح کی قدروں کو شامل کیا جاتا ہے؟

2۔ ہندوستانی آئین کی بنیادی اقدار کون کون سی ہیں؟

جمہوریت

ہندوستان کی آزادی کے دوران ایک عام رائے بن چکی تھی کہ ہندوستانی حکومتی نظام جمہوریت پر مبنی ہوگا جس میں سبھوں کی برابر کی حصہ داری ہوگی۔ حصہ داری کا مطلب کیا ہوتا ہے، اس کو جاننے کے لئے ہم ایک تجربہ کو پڑھتے ہیں۔

ایک تجربہ

راشد کے اسکول میں ثقافتی پروگرام کا اہتمام کیا گیا تھا۔ استانی صاحبہ نے تمام بچوں کو اس میں حصہ لینے کے لئے حوصلہ افزائی کی تھی۔ سارے بچے پوری تیاری کے ساتھ آئے تھے۔ اگر سارے پروگرام کو شامل کیا جاتا تو پورا دن لگ جاتا اور کسی پروگرام کو روک دیا جاتا تو بچوں کے دل کو ٹھیس پہنچتی۔ اس لئے استانی صاحبہ نے بچوں کی مرضی سے صرف 10 بچوں کی ایک ٹیم کو پروگرام کی ترتیب کا ذمہ سونپا۔ انہوں نے سبھی بچوں کی باتوں کو سنا اور عام رائے سے پروگرام کا انتخاب کیا۔ پروگرام کے قسموں کے انتخاب میں سبھوں نے حصہ لیا۔ اس لئے سارے بچے بہت خوش تھے اور پروگرام کے آغاز کا انتظار کر رہے تھے۔

1۔ بچے کیوں خوش تھے؟

2۔ استانی نے تمام بچوں کی رائے کیوں پوچھی؟

3۔ پروگرام کے اہتمام کا ذمہ صرف استانی سنبھالتیں تو کیا ہوتا؟

4۔ کیا بچے اپنی بات کہنے کے لئے آزاد تھے؟

5۔ پروگرام کو ترتیب دینے میں کیا سبھوں نے حصہ لیا؟

6۔ اس تجربہ کو آپ جمہوریت کے پیش نظر کیا سمجھتے ہیں؟ استانی سے گفتگو کیجئے۔

آزادی

جمہوریت کی کامیابی کا راز اس ملک میں رہنے والے لوگوں کی آزادی سے ہے۔ ذرا غور کیجئے، اگر لوگ اپنے خیالات کو آزادانہ طور سے ظاہر نہیں کر پاتے تو کیا ان کے ذریعہ چنے گئے نمائندے ان کے مفاد کی حفاظت کر پاتے؟ یہی سبب ہے کہ شہریوں کی آزادی کو ہندوستانی آئین میں ایک خاص مقام سے نوازا گیا ہے۔

اسکول جاتی ہوئی بچیاں

پٹنہ صاحب

ارول، بہار، کھیت مزدور یونین کے ایک جلسہ سے خطاب کرتی ہوئی ایک خاتون کارکن

خود کریں اور بتائیں

1. کتاب میں دیئے گئے مقاصد کو دھیان سے پڑھیں اور دی گئی تصویروں کو دیکھ کر بتائیں کہ آئین میں کون سی آزادیاں دی گئی ہیں؟
2. کیا کسی بھی جمہوری ملک میں آزادی کا حق بے انتہا ہو سکتا ہے۔ اگر کسی بھی شخص یا سرکار کے کاموں سے دوسرے کا نقصان ہوتا ہے تو کیا ایسی آزادی سماج کے مفاد میں محدود کی جا سکتی ہے۔

مساوات کی سمجھ

ہندوستانی معاشرے میں ذات، جنس اور مذہب کے فرق بہت واضح طور پر دیکھے جاسکتے ہیں۔ آزادی کی تحریک کے دوران ہمارے رہنماؤں نے ان فرقوں کو دور کرنے کے لئے کئی طرح کی کوششیں کیں۔ بھارتیہ راشٹریہ کانگریس کی 25 پیسے سالانہ چندہ لے کر سبھوں کو ممبر شپ دینا اور آزاد حق رائے دہی کی مانگ کرنا مساوات کی طرف بڑھائے جانے والے اہم قدم تھے۔ مجلس آئین ساز کے ذریعے جب آئین تیار کیا جارہا تھا تو مساوات کے اقدار کو آئین میں مناسب مقام دینے کی کوشش کی گئی تھی۔ ان اقدار کو مستحکم کرنے کے لئے آئین میں بنیادی حقوق اور ریاست کے لئے بنائے گئے اصول کو بتانے والے امور کا کئی جگہ پر بطور خاص ذکر کیا گیا ہے۔

1. آئین کی تمہید کو غور سے پڑھیں اور بتائیں کہ آئین میں کون کون سے مساوات کا ذکر کیا گیا ہے۔
2. نیچے دی گئی امثال میں کون کون سی غیر مساوات دکھائی دے رہی ہیں۔

اغوا کے معاملے میں چار لڑکے گرفتار ہوتے ہیں۔ ان میں سے شیام ایک امیر خاندان کا اکلوتا لڑکا ہے۔ مجسٹریٹ سبھوں کو ایک ہی سزا سناتا ہے۔

☆ ایک گاؤں میں واقع مندر میں کچھ خاص طبقے کے لوگوں کو نہیں جانے دیا جاتا ہے۔

☆ آپ کے پڑوس کے اسکول میں آپ کے چھوٹے بھائی کا داخلہ نہیں کیا جاتا کیونکہ آپ کے خاندان کی معاشی حالت اچھی نہیں ہے۔

☆ کسی بھی نوکری کے لئے آپ کو اس لئے نہیں لیا جاتا کیونکہ آپ کسی خاص فرقہ کے ہیں۔

سماجی انصاف

ہندوستانی معاشرے میں پائی جانے والی طرح طرح کی عدم مساوات کو دھیان میں رکھتے ہوئے مجلس آئین ساز نے سماجی انصاف کو ایک خصوصی قدر کے طور پر مستحکم کرنے کی کوشش کی ہے۔ سماجی انصاف کا مطلب سماج میں سب کو ایک برابر سمجھنے کی کوشش سے ہے تاکہ کئی ہزار برسوں سے ان طبقوں کے ساتھ جو ناانصافی ہوئی ہے اس کا ازالہ کچھ حد تک کیا جاسکے۔ سماجی انصاف میں مساوات ہونے کے لئے آئین میں کئی طرح کی باتیں لکھی گئی ہیں جن کی بنیاد پر مرکزی اور صوبائی حکومتیں سماجی طور پر پسماندہ طبقوں اور عورتوں کے لئے کئی طرح کے منصوبے بنارہی ہیں۔

ہمارے صوبہ بہار میں بھی صوبائی حکومت کے ذریعے کئی منصوبے تیار کئے جارہے ہیں جیسے: شیڈولڈ کاسٹ اور شیڈولڈ ٹرائب کے طلباء وطالبات کے لئے رہائش کا انتظام، خاص ضرورت والے لوگوں کو خاص سہولتیں مہیا کرنا۔ جیسے ریمپ بنانا، پہیے والی کرسیوں کا انتظام وغیرہ۔

1. شیڈولڈ کاسٹ اور ٹرائب کے بچوں کو دیئے جانے والے وظیفے مساوات کے اصول کے خلاف کیوں نہیں دیئے جاتے؟ اپنی استانی کی مدد سے ان کی معلومات حاصل کیجئے۔
2. اپنے اسکول میں چلائے جارہے مختلف منصوبوں کی جانکاری یکجا کیجئے۔ یہ منصوبے کیا ہیں اور کیوں چلائے جاتے ہیں۔ ہم جماعتوں کے ساتھ باتیں کیجئے۔

سیکولرزم

ہندوستانی آئین کے بنیادی اقدار میں سیکولر سماج کا تصور کیا گیا ہے۔ تفصیل سے اس کا ذکر اگلے سبق میں کیا جائے گا۔

ہندوستانی آئین دنیا میں اپنی کئی خصوصیات کے سبب جانا جاتا ہے جس میں خاص طور سے مرکزیت، بنیادی حقوق، پارلیمانی نظام، اختیارات کی تقسیم اور آزاد عدلیہ ہیں۔ ان سبھی نکتوں پر ہم تفصیل سے تذکرہ آگے کے سبق میں کریں گے۔

مشقی سوالات

1. ایک شہری کے طور پر ملک کے عوام کے لئے آئین اہم کیوں ہے؟
2. تحریک آزادی کے دوران ہندوستانی عوام نے اپنا آئین بنانے کی مانگ کیوں رکھی ہوگی؟
3. ہندوستانی آئین میں دیئے گئے اقدار میں سے آپ کو کون سے اقدار سب سے اہم معلوم ہوتے ہیں اور کیوں؟
4. آئین میں دیئے گئے مساوات اور سماجی انصاف کو نافذ کرنے کے لئے سرکار کے ذریعے جو منصوبے چلائے جا رہے ہیں انہیں ذیل کے چارٹ میں بھریے:

سماجی انصاف	مساوات کی قدریں

5. نیچے دیئے گئے اقتباس کو پڑھ کر دیئے گئے سوالوں کے جواب دیجئے۔

مجلس آئین ساز کی نشست نئی دہلی کے ایوان مجلسِ آئین ساز میں 8.30 بجے شروع ہوئی۔ عزت مآب ڈاکٹر راجندر پرساد نے نشست کی صدارت کی۔ سردار ولبھ بھائی پٹیل کمیتی میں دو مختلف نظریات تھے۔ بڑی تعداد میں معروف وکیل تھے جو بہت باریکی سے ہر واقعہ، ہر نکتہ یہاں تک کہ وقفہ اور نیم وقفہ کی جانچ کر رہے تھے۔ یہ دونوں نظریات تو الگ الگ اور نیم وقفہ کی جانچ کر رہے تھے یہ دونوں نظریات الگ الگ زاویے سے دیکھے جاتے تھے۔ ایک نظریے کا یہ ماننا تھا کہ اختیارات کی اس

فہرست میں جہاں تک ممکن ہو وہ اختیارات شامل ہوں جو عدالت میں سیدھے نافذ کیے جا سکیں۔ ان اختیارات کو لے کر کوئی بھی شہری بغیر کسی دشواری کے سیدھے عدالت میں جا سکے اور اپنے حقوق حاصل کر سکے۔ دوسرے نظریے کا منشا تھا کہ بنیادی حقوق کو کچھ بہت ہی ضروری باتوں تک محدود رکھا جانا چاہیے، جنہیں بنیادی حیثیت تصور کیا جا سکے۔ دونوں نظریات میں کافی بحث ہوئی اور آخر میں ایک درمیان کا راستہ نکالا گیا جسے ایک بہت اچھا معقول رائے مانا گیا۔ دونوں نظریات کے لوگوں نے نہ صرف ایک ملک کے بنیادی حقوق کا مطالعہ نہیں کیا بلکہ دنیا کے تقریباً تمام ممالک کے بنیادی حقوق کا جائزہ لیا۔ وہ اس نتیجے پر پہنچے کہ ہمیں اس تناظر میں جہاں تک ممکن ہو ان اختیارت کو شامل کرنا چاہیے جو حد درجہ مناسب ہوں۔ ان باتوں کے پیش نظر ایوان میں یہ ہو سکتا ہے کہ ایوان ہر وقفہ پر تجزیاتی بحث کرنے اور متبادل تلاش کرنے اور ترمیم کرنے کا اختیار حاصل کر لے۔

سوالات

1. مجلس آئین ساز کے بنیادی حقوق کمیٹی میں کون کون نظریے سے خاص طور سے اُبھر رہے تھے؟
2. ان میں سے آپ کن نظریات سے اتفاق کرتے ہیں اور کیوں؟
3. مجلس آئین ساز میں ممبران کس طرح کسی نتیجے پر پہنچتے تھے۔ اقتباس کے پیش نظر اپنے خیالات کو اپنے لفظوں میں پیش کیجیے۔

باب

2 سیکولرزم اور بنیادی حقوق

کیا آپ کے درجے اور اسکول میں الگ الگ مذہب کے ماننے والے بچے ہیں؟ اپنے اساتذہ کی مدد سے اپنے گھر، محلے، کلاس اور اسکول میں ان مذاہب کی فہرست تیار کیجئے جو آپ کی جان پہچان کے لوگ مانتے ہوں۔ اس کے علاوہ اگر آپ کو دوسرے مذاہب کے متعلق واقفیت ہو تو انہیں بھی اس فہرست میں شامل کر سکتے ہیں۔ اب اس فہرست کو دیکھ کر آپ سمجھ گئے ہوں گے کہ ہمارے آس پاس کئی مذہبوں کے ماننے والے لوگ رہتے ہیں۔ اگر ہم پورے ملک کی بات کریں تو الگ الگ مذہب کے ماننے والوں کی فہرست اور بھی طویل ہو جائے گی۔

ہندوستان جیسے عظیم ملک میں کئی مذاہب کے ماننے والے لوگ رہتے ہیں۔ سب کو اپنا مذہب عزیز ہوتا ہے۔ ہاں اس بات سے بھی انکار نہیں کیا جا سکتا کہ کئی دفعہ کچھ لوگ اپنا پیدائشی مذہب کسی وجہ سے چھوڑ کر دوسرا مذہب اختیار کر لیتے ہیں۔

اب آپ تصور کر سکتے ہیں کہ ہندوستان کے آئین سازوں کے لئے اس ملک کے لوگوں کی مذہبی قدروں اور ان کے احترام کا معاملہ کتنا اہم رہا ہوگا۔ آپ سوچ رہے ہوں گے بھلا ایسا کیوں ہے؟ ایسا اس لئے ہے کہ کئی ملکوں میں وقتاً فوقتاً مذہب کے نام پر مختلف مذاہب کے لوگوں اور طبقات کے درمیان ظلم و زیادتی اور فسادات ہوئے ہیں۔ ہمارے ملک میں انگریزوں کی پالیسیوں کی وجہ سے ہندو اور مسلمان کے بیچ منافرت پیدا ہوئی۔ جس کا نتیجہ آخر میں تقسیم ملک کی شکل میں سامنے آیا۔

جب ہندوستان کا آئین بنایا جا رہا تھا تب اس بات کا خاص خیال رکھا گیا تھا کہ ملک کی مذہبی آہنگی کو برقرار رکھا جائے۔ ساتھ ہی سارے لوگ اپنے اپنے مذہب کو مانیں اور انہیں اپنے مذہب کی تعلیمات کی تشہیر و تبلیغ کی آزادی حاصل ہو۔ اس مقصد کے حصول کے لئے ہندوستانی آئین میں سیکولرزم کو ایک بنیادی قدر کے طور پر تسلیم کیا گیا۔

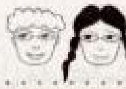

کیا آپ کو لگتا ہے کہ ہمارے ملک میں لوگوں کو اپنے مذہب کو ماننے اور اس کی تشہیر و تبلیغ کرنے کی چھوٹ دی گئی ہے؟ اوپر دی گئی خالی جگہ میں اس موضوع پر اپنے خیالات کا اظہار کیجئے۔

سیکولرزم کی ضرورت

ہندوستان میں دنیا کے آٹھ خاص مذہبوں کے ماننے والے لوگ رہتے ہیں۔ جیسے: ہندو، مسلم، سکھ، عیسائی، پارسی، بودھ، جین اور یہودی۔

ہندوستان کے آئین سازوں کے سامنے ایک بڑا مسئلہ تھا کہ وہ کیسے طے کریں کہ مذہب کے نام پر کسی مذہبی فرقہ کو دبایا نہیں جائے گا۔ اس بات کا خوف اکثر ان حالات میں ہوتا ہے جہاں کسی ایک مذہب کو ماننے والے لوگ اکثریت میں ہوں اور اُسی مذہب کے لوگوں کے ہاتھ میں حکومت بھی ہو۔ اس لئے یہ طے کرنا ضروری تھا کہ کسی بھی مذہب کو ماننے کی آزادی کسی بھی آدمی سے چھینی نہیں جا سکتی۔

کئی دفعہ دیکھا گیا کہ لوگ جس مذہب والے خاندان میں پیدا ہوتے ہیں اُسی مذہب کے رسم و رواج سے بغاوت کر کے دوسرے مذہب کو اپنا لیتے ہیں۔

اس کے علاوہ یہ بھی ضروری تھا کہ کوئی بھی صوبائی حکومت کسی ایک مذہب کو ترجیح نہیں دے گی اور اپنے تمام نظریات اور منصوبے کسی خاص مذہب کو دھیان میں رکھ کر مرتب نہیں کرے گی۔

یہ وہ اسباب تھے کہ یہاں آئین میں سیکولر ڈھانچہ کو اولین حیثیت دی گئی اور اس کو بنیادی اصول کے طور پر شامل کیا گیا تھا۔

1. ہندوستان میں خاص طور سے کن کن مذاہب کے لوگ رہتے ہیں؟
2. ہندوستان کے آئین سازوں کے سامنے قانون بناتے وقت مذہب سے متعلق کیا مسائل تھے؟
3. ہندوستانی عوام کے درمیان کس طرح کے فرق پائے جاتے ہیں؟

سیکولرزم کے معنی کیا ہے

سیکولرزم کے معنی ہے ہندوستانی آئین کے مطابق تمام ہندوستانیوں کو اپنے مذاہب کو اپنے اپنے طریقے سے ماننے کی پوری آزادی ہو۔ حکومت کی نظر میں سارے مذاہب کی اہمیت ایک جیسی ہے۔ صرف اس وجہ سے اکثریتی فرقہ کے لوگوں کو زیادہ رعایت نہیں ملے گی کہ ان کی تعداد زیادہ ہے۔ حکومت کی طاقت اور وسائل کا استعمال سب کے لئے ایک جیسا ہوتا ہے نہ کہ کسی خاص مذہب کے لئے خاص ہوتا ہے۔ مذہب کو حکومتی نظام سے الگ رکھنے کے اس نظریے کو سیکولرزم کہتے ہیں۔ مثال کے طور پر ہمارے ملک میں یہ قانون ہے کہ 18 سال یا اس سے زیادہ کے تمام شہری ووٹ دینے کا حق رکھتے ہیں۔ اسی طرح حصول تعلیم کے حق کے ذریعہ یہ واضح کیا گیا ہے کہ 6 سے 14 سال کی عمر تک کے سبھی بچوں کو مفت اور لازمی تعلیم حاصل کرنے کا حق ہے۔

سیکولرزم کا یہ بھی مطلب ہے کہ حکومت کے کسی بھی ادارے جیسے اسکول، کالج، تھانے، ضلع اور تحصیل دفتر اور اسپتال وغیرہ میں ایسے مجسمے، تصاویر اور نشانات نہیں لگائے جائیں گے جو کسی ایک مذہب کو اہمیت دیتے ہوں اور اس مذہب کے پرچار اور تبلیغ کا سبب بنتے ہوں۔

ہمارا آئین کچھ مذاہب کے اصولوں کے پالن کے لئے اس مذہب کے لوگوں کو عام ضابطوں میں کچھ رعایتیں بھی دیتا ہے۔ جیسے عام طور پر ہمارے یہاں یہ قانون ہے کہ کوئی شخص عوامی مقامات پر اسلحہ لے کر نہیں جا سکتا لیکن سکھ مذہب کے لوگوں کو یہ رعایت ملی ہے کہ وہ اسلحہ لے کر جا سکتے ہیں۔ یعنی وہ اپنے ساتھ چھ انچ تک کی کرپان لے کر کہیں بھی جا سکتے ہیں۔ وہ اس لئے کہ کرپان رکھنا سکھ دھرم کا ایک اہم جز ہے۔ اسی طرح اسلام مذہب کے پیروکاروں کو بھی فوج میں داڑھی رکھنے کی چھوٹ دی گئی ہے جب کہ عام ضابطہ یہ ہے کہ فوج میں کوئی بھی شخص داڑھی نہیں رکھ سکتا۔

اب سوچنے والی بات یہ ہے کہ کئی مذاہب میں کچھ ایسے رسم و رواج ہو سکتے ہیں، جو غیر انسانی ہوں، تو کیا ان حالات میں بھی ریاست غیر جانبدار رہے گی؟ نہیں، بالکل نہیں۔ ایسے حالات میں حکومت کو پورا اختیار ہے کہ وہ ان غیر انسانی رسموں

کے خلاف کوئی موثر اقدام اٹھائے جس سے سماج میں امن بحال رہے اور کسی شخص یا طبقہ کے ساتھ مذہب کے نام پر ناانصافی نہ ہو۔

1. ایک مثال دے کر سیکولرزم کا مطلب سمجھایئے۔
2. ایک سرکاری دفتر کا کمرہ کسی ایک مذہب کی تصویروں سے سجایا گیا ہے؟ کیا یہ بات سیکولرزم کے خلاف ہے؟ وجہ بتا کر لکھئے۔
3. ہندوستان اپنے آپ کو سیکولر ملک مانتا ہے۔ پھر بھی یہاں کچھ مذاہب کے لوگوں کو خاص رعایتیں کیوں دی گئی ہیں؟

زیادہ تر مذاہب ایک ہی طبقے والے نہیں ہوتے بلکہ وہ کئی طبقوں میں تقسیم ہوتے ہیں۔ جیسے جین مذہب کے شویتامبر اور دیگامبر۔ سیکولرزم کی قدریں ان تفریقات کے معاملے میں بھی وہی اصول اپناتی ہیں جو کہ دوسرے مذہب کے درمیان مساوات برقرار رکھنے کے لئے ضروری ہے۔ آیئے اس کو بہتر طریقے سے سمجھنے کے لئے ایک کہانی پڑھیں۔

سروج، ہیرامنی نام کے ایک ملک میں رہتی ہیں۔ اس ملک کی آبادی تقریباً دو کروڑ ہے۔ ویسے تو یہاں پر چار الگ الگ مذہبوں کے ماننے والے لوگ رہتے ہیں لیکن ان میں سے پریمل مذہب کے لوگ سب سے زیادہ ہیں۔ ان تمام مذاہب کے اپنے اپنے بھگوان اور اپنے اپنے مذہبی اعتقادات ہیں۔ لیکن پریمل مذہب کے علاوہ ملک کے دوسرے مذہبوں کے ماننے والے لوگوں پر کئی طرح کی پابندیاں لگائی گئی ہیں۔

سروج کا خاندان مینل مذہب کو مانتا ہے اور اسے لگتا ہے کہ شاید اس کا مذہب پریمل مذہب سے کسی طرح کم ہے۔ تبھی تو جو آزادی اور چھوٹ پریمل مذہب کے لوگوں کو ملی ہوئی ہے، وہ اس کے اور ہیرامنی میں دوسرے مذاہب کے پیرو کاروں کو حاصل نہیں ہے۔ اس بات سے پریشان ایک دن وہ اپنی ماں سے پوچھتی ہے "ماں ہمارے ملک میں ہمارا اپنا کوئی عوامی مذہبی مقام کیوں نہیں ہے، جہاں جا کر ہم پوجا کر سکتے ہیں؟"

اس پر سروج کی ماں سمجھاتی ہے کہ "ہمارے ملک کے آئین میں پریمل مذہب کو ہی اہم مذہب تسلیم کیا گیا ہے اس لئے اس مذہب کو اہمیت دی گئی ہے۔ اس لئے انہیں خاص مراعات حاصل ہیں جیسے پریمل مذہب کے علاوہ دوسرے مذہب کے لوگ اپنے گھروں میں تو پوجا پاٹھ کر سکتے ہیں لیکن کسی بھی عوامی مقامات پر جمع ہو کر اپنا کوئی بھی مذہبی تہوار نہیں منا سکتے۔ اس

کے علاوہ ہیرامنی میں سرکاری چھٹیاں صرف پریمل مذہب کے تہواروں کے لئے ہی رکھی گئی ہیں۔ جیسا کہ تم نے اپنے اسکول میں دیکھا ہوگا کہ وہاں پر انہیں کی دیوی دیوتاؤں کی تصویریں لگی ہوئی ہیں۔ یہ آزادی انہیں سرکاری دفتروں، اسپتال اور کورٹ کچہری میں بھی دی گئی ہے۔

یہ سن کر سروج تنک کر بولی ''یہ بات تو بالکل غلط ہے ماں''

''اری بیٹی، اسے چھوڑو، ہمارے ملک کے اہم عہدوں جیسے صدر، وزیر اعظم، چیف جسٹس وغیرہ پر وہی لوگ ہی بیٹھ سکتے ہیں۔

''تو ماں کیوں نہ ہم اپنے مذہب کو چھوڑ کر پریمل مذہب کو ہی اپنالیں۔''

''نہیں ہمیں اس کی اجازت نہیں ہے'' ماں بولی۔

''تو ماں ہمارا مذہب کس بات میں پریمل مذہب سے کم ہے؟''

''نہیں ایسا نہیں ہے، سبھی دھرم الگ الگ نظریات پر مبنی ہوتے ہیں۔ کوئی مذہب کسی سے بڑا یا چھوٹا نہیں ہوتا ہے۔''

''تو ماں کیا پریم دھرم کے لوگوں کو صرف اس وجہ سے ہی چھوٹ ملی ہوئی ہے کہ ان کی آبادی زیادہ ہے؟''

''ہاں سروج، ہمارے آئین کو بنانے والے لوگوں میں بھی اسی مذہب کے لوگوں کا بول بالا تھا اور آج تک ہمارے ملک میں جو بھی سرکار بنی ان میں پریمل دھرم کے لوگوں کی تعداد زیادہ رہی۔ اسی لئے انہوں نے اپنا مذہبی تسلط ہمیشہ برقرار رکھا۔''

ہندوستان میں سیکولرازم کو خاص طور سے نافذ کرنے کی تدابیر

سیکولرزم اور بنیادی حقوق کے تعلق سے بات کرنے سے قبل یہ جاننا ضروری ہے کہ ان حقوق کو شامل کرنے کے پیچھے آئین سازوں کا خاص مقصد کیا تھا؟ ہندوستان میں سیکولر اصول کو صرف یونہی نہیں تسلیم کیا گیا ہے بلکہ اسے عملی شکل دینے کے لئے کئی طرح کی کوششیں بھی کی گئی ہیں۔

بنیادی حقوق: یہ وہ حقوق ہیں جو کسی بھی شہری کو جو جسمانی و ذہنی طور پر صحت مند ہوا سے آزادی، وقار اور خود مختاری کے ساتھ جینے کا حق دیتا ہے۔ مثال کے طور پر حصول تعلیم کا حق، ایک مقام سے دوسرے تک جانے کا حق، اپنے خیالات کو آزادانہ پیش کرنے کا حق۔ یہ کچھ ایسے حقوق ہیں جن کے بغیر انسان ایک بھرپور زندگی نہیں جی سکتا۔

اس لئے حکومتی نظام بہت سارے قانون ان بنیادی حقوق کو دھیان میں رکھ کر ہی بناتا ہے۔ اگر کوئی آدمی محسوس کرتا ہے کہ مرکزی حکومت یا صوبائی حکومت نے ایسا قانون پاس کر دیا ہے جو بنیادی حقوق کے خلاف ہے تو ہائی کورٹ یا سپریم کورٹ میں وہ مقدمہ دائر کر سکتا ہے۔ اس صورت میں سپریم کورٹ یہ طے کرتی ہے کہ وہ قانون اور آئین کے مطابق ہے کہ نہیں۔ بنیادی حقوق آئین کے تیسرے حصے میں دیئے گئے ہیں اور انہیں 6 حصوں میں تقسیم کیا گیا ہے۔ جنہیں نیچے باکس میں دیا گیا ہے۔ ہندوستانی آئین میں مذکورہ بنیادی حقوق میں سے کچھ حقوق اس طرح ہیں۔

1. **مساوات کا حق**: قانون کی نظر میں ہندوستان کا ہر شہری ایک برابر ہے۔ اس کا مطلب ہے کہ ملک کا قانون سبھوں کی حفاظت کے لئے انتظام کرے گا۔ اس قانون میں یہ بھی کہا گیا ہے کہ مذہب، ذات اور جنس کی بنیاد پر کسی بھی شہری کے ساتھ تفریق نہیں کی جائے گی۔ کھیل کے میدان، ہوٹل، دکان وغیرہ عوامی مقامات پر برابری کا حق حاصل ہوگا۔ روزگار اور ملازمت کے معاملے میں حکومت کسی کے ساتھ بھید بھاؤ نہیں کرے گی۔ لیکن یہاں کچھ استثنیٰ بھی ہے جن کے متعلق آگے بتایا جائے گا۔ چھوا چھوت کی رسم کو بھی ختم کر دیا گیا ہے۔

2. **آزادی کا حق**: اس حق کے تحت اظہار خیال کی آزادی، تقریر کرنے اور تنظیم بنانے کی آزادی۔ ملک کے کسی بھی حصے میں آنے جانے کی آزادی، کوئی بھی پیشہ اور کاروبار اختیار کرنے کی آزادی۔

3. **استحصال کے خلاف اختیار**: آئین میں کہا گیا ہے کہ انسانی بیوپار، جبراً بیگار، 14 سال سے کم عمر کے بچوں سے مزدوری کرانا قانون کے حساب سے جرم ہے۔

4. **مذہبی آزادی کا اختیار**: تمام شہریوں کو یکساں مذہبی آزادی دی گئی ہے۔ ہر آدمی کو اپنی مرضی کا مذہب اپنانے اور اس کی تبلیغ کرنے کا حق حاصل ہے۔

5. **تعلیمی اور ثقافتی حقوق**: آئین میں کہا گیا ہے کہ ہر مذہب اور زبان کے لوگ اقلیتی ادارے اپنی ثقافت اور کلچر کی حفاظت اور اس کے فروغ کے لئے اپنے اپنے تعلیمی ادارے کھول سکتے ہیں۔ حقوق کی پامالی ہو تو وہ اس حق کا سہارا لے کر عدالت میں جا سکتا ہے۔

6۔ آئینی چارہ جوئی کا حق: اگر کسی شہری کو لگتا ہے کہ ریاست کے ذریعہ اس کے کسی بنیادی حق کی خلاف ورزی ہوئی ہے تو اس حق کا سہارا لے کر وہ عدالت جا سکتا ہے۔

1- مساوات کے بنیادی حق میں مساوات کے کن کن نکتوں کو شامل کیا گیا ہے؟

2- آپ نیچے لکھی گئی باتوں میں کس کس کو مساوات کے حق کے خلاف مانیں گے؟ چرچا کیجئے۔

(الف) اگر آپ کرایے پر مکان لینا چاہتے ہیں تو مکان مالک آپ کا مذہب اور ذات پوچھتا ہے۔

(ب) کچھ لوگوں کو گاؤں کے اندر نہیں بلکہ باہر اپنا گھر بنانے کو کہا جاتا ہے۔

(ج) کچھ طبقے کے لوگ پوجا کی جگہ اس لئے نہیں جاتے کہ ان کے ساتھ برا سلوک کیا جائے گا۔ یا مارا پیٹا جائے گا۔

3- مزدوروں کی تنظیم کیوں بنائی جاتی ہے؟

4- لوگ ملک کے مختلف حصوں میں جا کر کیوں رہنا چاہتے ہیں؟

5- لوگ بندھوا مزدور کیوں بنتے ہیں؟

6- کن حالات میں کسی مذہبی فرقے کی آزادی پر سرکار قانون بنا کر روک لگا سکتی ہے؟

7- غریبی کے سبب کم مزدوری پر کام کرنے کے لئے مجبور ہونے اور بیگار میں کیا فرق ہے؟

بنیادی حقوق کے ذریعہ سیکولرزم کو عملی شکل دینے کی کوشش

ہندوستانی حکومت کے ذریعہ سیکولرزم کو لاگو کرنے کے لئے طرح طرح کے اپائے کئے گئے ہیں۔ ان ترکیبوں میں بنیادی حقوق کی رو سے سیکولرزم کو نافذ کرنے کی کوشش ایک اہم قدم ہے۔ ہندوستانی آئین میں دیئے گئے بنیادی حقوق میں سے مساوات کا حق، مذہبی آزادی کا حق اور خاص طور سے اقلیتوں کے تہذیبی اور ثقافتی اور تعلیم سے متعلق اختیارات سیکولرزم کو مضبوط کرنے میں معاون ہوئے ہیں۔

مساوات کا بنیادی حق اور سیکولرزم

مساوات کے بنیادی حق میں خاص طور سے تین طرح کے مساوات کی بات کی گئی ہے۔ سب سے پہلے یہ کہا گیا ہے کہ قانون کی نظر میں تمام لوگ ایک برابر ہیں، اس کا مطلب یہ ہے کہ قانون کے ذریعہ کسی کے ساتھ مذہب، ذات، جنس، نسل

وغیرہ کی بنیاد پر تفریق نہیں کی جاسکتی۔ خواہ کوئی آدمی کتنا ہی امیر یا غریب کیوں نہ ہو قانون کسی کے ساتھ بھید بھاؤ نہیں کرے گا۔

اس میں یہ بات بھی شامل ہے کہ ہمارے ملک میں ایسے قوانین بنائے جائیں گے جو ملک کے تمام شہریوں پر نافذ ہوں اور وہ کسی ایک مذہب کے عقائد پر مبنی نہ ہوں۔

مساوات کے بنیادی حقوق میں دوسری بات نوکری دیتے وقت برابر کا موقع دینا ہے، اس کا مطلب ہے کہ ملازمت میں رکھنے کے وقت تمام شہریوں کے ساتھ ایک طرح کا نظریہ رکھا جائے۔ صرف محفوظ (ریزرو) سیٹوں پر صرف متعلقہ طبقوں کے لوگوں کو بحال کیا جائے۔

نوکریوں میں سبھوں کو برابر کا موقع دینے کیلئے سرکار کو یہ اختیار دیا گیا ہے کہ صدیوں سے دبائی جارہی ذاتوں، طبقوں، عورتوں اور معذوروں کے لئے نوکری میں کچھ عہدے محفوظ کئے جائیں۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ محفوظ سیٹوں پر صرف پسماندہ ذات کے لوگوں کا ہی تقرر کیا جائے گا۔

آئین میں اس بنیادی حق کے تحت سماجی مساوات کی بات کی گئی ہے سماجی مساوات کو طے کرنے کے لئے یہ کہا گیا ہے کہ عوامی مقامات یعنی دکانوں، سینما ہال، ہوٹلوں، پوجا پنڈالوں وغیرہ کے نزدیک جانے سے کسی کو روکا نہیں جاسکتا۔ اس قانون کے تحت چھوا چھوت کو ختم کرنے اور چھوا چھوت کو ماننے اور اس کی تشہیر و تبلیغ کو قابل سزا جرم مانا گیا ہے۔

سماجی مساوات کے بنیادی حق میں مذہب کی برابری کے متعلق وضاحت کی گئی ہے۔ اس سے صاف ہوتا ہے کہ آئین میں سیکولرزم کو پورے طور پر نافذ کرنے کی کوشش کی گئی ہے۔

1- آئین میں ریزرویشن کیوں اور کس کے لئے ہے۔ کیا یہ مساوات کے اصول کے خلاف نہیں ہے؟ وجہ بتا کر لکھئے۔
2- مساوات میں ایسے دو ذریعوں کے متعلق اظہار خیال کیجئے جن میں سیکولرزم کو اہمیت دینے کی بات جھلکتی ہو۔

مذہبی آزادی کا حق اور سیکولرزم

مذہبی آزادی کے بنیادی حق کے متعلق کہا گیا ہے کہ ہر آدمی اپنی مرضی سے کسی بھی مذہب اور دھرم کو اپنا سکتا ہے۔ اسے کسی بھی مذہب کو ماننے کے لئے مجبور نہیں کیا جاسکتا۔ اگر کوئی چاہے تو کس دھرم کے ماننے سے انکار کرسکتا ہے۔

مذہبی آزادی کا بنیادی حق یہ بھی یقین دلاتا ہے کہ ریاست کے ذریعہ چلائے جارہے اسکولوں، کالجوں اور دوسرے اعانت شدہ اسکول اور کالج میں کسی بھی طرح کے مذہبی رسوم، مذہبی تقریب یا مذہبی سرگرمیوں کو اجازت نہیں ہوگی۔ جیسا کہ ہم پہلے ہی پڑھ چکے ہیں سرکار کا کوئی مذہب نہیں ہوتا۔ وہ نہ کسی مذہب کی پشت پناہی کرسکتی اور نہ کسی مذہب کو کمزور کرنے کا کام کرسکتی ہے۔ اس پر تمام مذاہب کا احترام یکساں طور پر لازم ہے۔

1۔ نیچے دیئے گئے چارٹ کو استاد/استانی کی مدد سے پورا کریں۔

سیکولرازم کے نکات	مذہبی آزادی کے بنیادی حقوق کے نکات

اقلیتوں کے تعلیمی اور ثقافتی اختیارات اور سیکولرزم

دی گئی تصویر میں آپ نے دیکھا کہ استانی صاحبہ نے اکثریت کے مطابق فیصلہ لیا۔ کیا یہ صحیح تھا؟ ہمارے آئین میں اس بات پر دھیان رکھا گیا ہے کہ زیادہ سے زیادہ لوگوں کی رائے کی بنیاد پر ہی فیصلہ لیا جائے۔

لیکن اس کے ساتھ ساتھ آئین میں یہ بھی دھیان رکھا گیا ہے کہ کسی بھی اقلیتی فرقہ کے ساتھ ناانصافی نہ ہو جب کہ آئین کی طرف سے انہیں کچھ خاص حقوق ملے ہوئے ہیں۔ مثلاً تمام اقلیتی فرقے کو خواہ مذہب کے اعتبار سے ہو یا زبان کے اعتبار سے اپنے اظہار خیال اور تعلیمی ادارے کھولنے اور چلانے کا اختیار ہے۔

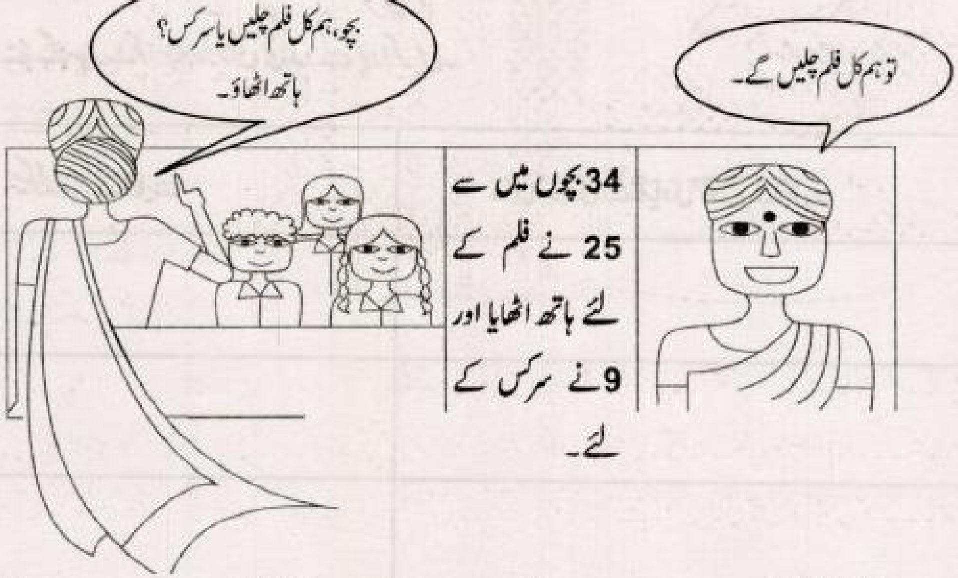

اقلیتی فرقوں کو عام طور پر زبان اور مذہب کی بنیاد پر طے کیا جاتا ہے۔ کوئی اقلیت (Minority) ہے یا نہیں یہ اس پر منحصر کرتا ہے کہ وہ کہاں رہتے ہیں۔ مثال کے طور پر مہاراشٹر میں مراٹھی بولنے والے لوگ مہاراشٹر میں اقلیت نہیں مانے جائیں گے لیکن مغربی بنگال میں وہی اقلیت مان لئے جائیں گے۔

اقلیتی فرقوں کو اپنی تہذیب اور ثقافت اور زبان کے تحفظ کے لئے تعلیمی ادارے قائم کرنے اور انہیں چلانے کی آزادی حاصل ہے۔ مثال کے طور پر اگر کنڑ بولنے والے لوگ اپنی تہذیب، کلچر اور زبان کے تحفظ کے لئے بہار میں کنڑ میڈیم اسکول قائم کرنا چاہیں تو انہیں ایسا کرنے سے روکا نہیں جا سکتا۔

اگر ایسے ادارے سرکاری اعانت اور منظوری کی شرطیں پوری کرتے ہیں تو سرکار انہیں اعانت اور منظوری بھی دیتی ہے۔

1۔ اقلیتوں کو اپنی تعلیم اور ثقافت کی تشہیر اور فروغ کے لئے کون کون سے حقوق دے گئے ہیں؟
2۔ اقلیتوں کو دئے گئے تعلیمی و ثقافتی حقوق سے سیکولرزم کیسے مضبوط ہوگا؟ مثال دے کر سمجھایئے۔

جیسا کہ ہم نے سبق کے آغاز میں پڑھا کہ ہندوستان میں مذہب کے ساتھ ساتھ لسانی رنگارنگی بھی پائی جاتی ہے۔ زیادہ تر زبانیں ایسی ہیں جو کم آبادی والے لوگوں کے ذریعہ بولی جاتی ہیں۔ زیادہ تر زبانوں کا تعلق کم تعداد والے مذاہب کے پیروکاروں سے بھی ہے۔ ان اقلیتوں کے تعلیمی و ثقافتی حقوق سیکولرزم کو عملی طور پر نافذ کرنے میں بہت معاون ثابت ہوئے ہیں۔ اقلیتی طبقے کی زبانوں کو تحفظ دے کر ایک طرح سے ان کے مذہبی خیالات کو ظاہر کرنے کا حق دیا گیا ہے۔

سیکولرزم کو آئین کی تمہید میں شامل کرنا

ملک میں سیکولرزم کو تقویت پہنچانے کے لئے سیکولرزم کو 1976ء میں آئین کی 42ویں ترمیم کے ذریعہ آئین کی تمہید میں شامل کیا گیا تھا۔

انفرادی قوانین کو سیکولرزم کی بنیادوں پر بنانے کی کوشش

ہندوستان میں سیکولرزم کی تشہیر کرنے کے لئے 1948ء سے ہی مسلسل کوششیں کی جاتی رہی ہیں۔ جائداد کا وارث، شادی، طلاق، اور بچوں کو گود لینے جیسے کئی اہم سماجی قانونوں کو مذہب کی بجائے سماجی بنیادوں پر بنایا گیا تا کہ دلت طبقوں اور عورتوں کو دھرم کی بنیاد پر بنے ہوئے بھید بھاؤ والے قانون سے نجات مل سکے۔ مثال کے طور پر 1992ء سے پہلے جائداد کے وارث کے تحت ہندو عورتوں کو جائیداد کا حق دار نہیں مانا گیا تھا۔ لیکن 1952ء میں پاس اس قانون کے مطابق عورتوں کو خاندانی جائیداد میں حصہ ملنا شروع ہوگیا۔

سیکولرزم کو آئین کی تمہید میں شامل کرنا، عورتوں کو دھرم کی بنیاد پر بنے ہوئے بھید بھاؤ والے قانون سے نجات مل سکے۔ مثال کے طور پر 1952ء سے پہلے جائیداد کی وراثت کے قانون کے تحت ہندو عورتوں کو اپنے ماں باپ کی جائیداد سے حصہ نہیں ملتا تھا۔

سیکولرزم ہندوستانی آئین کا ایک اہم ترین حصہ ہے۔ ہندوستانی حکومت نے کافی حد تک اپنے آپ کو نہ صرف مذہب سے الگ رکھا ہے بلکہ سبھی مذاہب کو برابر کی آزادی دی ہے۔ یہی وجہ ہے کہ ہندوستان کے سبھی اہم عہدوں پر جیسے صدر جمہوریہ، وزیر اعظم اور چیف جسٹس وغیرہ کے عہدوں پر وقت بوقت ہر مذہب کے لوگ فائز ہوتے رہے ہیں۔ کچھ فرقہ

وارانہ فسادات کے باوجود ہندوستان میں عام طور پر الگ الگ مذہب کے لوگوں میں کافی حد تک اتحاد رہا ہے۔ تمام مذاہب کے لوگ اب یہ اصلیت اچھی طرح سمجھنے لگے ہیں کہ کس طرح دھرم کے کچھ نیتا اپنے سیاسی فائدے کے لئے لوگوں کو سماجی اور سیاسی فیصلے جیسے انتخابات میں ووٹ دینا، چناؤ لڑنا اور دوسرے مذاہب کے خلاف ایک دوسرے کو بھڑکا کر اپنا مطلب سادھتے ہیں۔ سیکولرزم کو اور عملی شکل دینے کی کوشش تبھی کامیاب ہو سکتی ہے جب ملک کے شہریوں کی سوچ آزاد ہو اور وہ مسائل کو مذہب سے الگ کر کے سمجھنے کی کوشش کریں۔

مشقی سوالات

1. ہندوستان میں سیکولرزم کی ضرورت کیوں ہے؟ اپنی زبان میں وضاحت کیجئے۔
2. سیکولرزم میں خاص طور سے کون کون سی باتیں شامل ہیں؟
3. آپ کے خیال میں ہندوستان میں سیکولرزم کو نافذ کرنے کے لئے کون سے بنیادی حقوق ہیں اور کیوں؟
4. اگر کسی مذہب کے لوگ مانتے ہیں کہ نوزائیدہ بچوں کو قتل کرنا ان کے مذہب کا ضروری حصہ ہے تو سرکار کو ایسے رسوم کے سلسلے کو روکنے کے لئے دخل دینا چاہئے کہ نہیں۔ وجہ دے کر سمجھائیے۔
5. نیچے دیئے گئے اقتباس کو پڑھ کر سوالوں کے جوابات تحریر کیجئے۔

کئی مقامات پر ہو رہے فرقہ وارانہ فسادات کے خوف سے ایک گاؤں کی عورتوں کا مجمع پولس تھانے میں گیا۔ وہ عورتیں تحریری شکایت درج کرانا چاہتی تھیں اور رہنے کے لئے ایک محفوظ جگہ یا پولس کی حفاظت چاہتی تھیں۔ تھانیدار جو کہ دوسرے مذہبی فرقے سے تعلق رکھتا تھا۔ اس نے ان عورتوں کا ایف آئی آر (F.I.R.) لکھنے سے انکار کر دیا۔ پولس نے ان کو ضروری تحفظ نہیں فراہم کیا۔ دوسرے دن دنگائیوں کی بھیڑ نے ان عورتوں کے گھروں کو جلا دیا۔

سوالات

1. تھانیدار نے سیکولرزم کے قانون کو مانا ہے کہ نہیں۔ اپنی زبان میں لکھئے۔
2. اقتباس میں پیش کئے گئے حالات میں ایک سیکولر ملک کو کیا کرنا چاہئے؟
3. عورتوں کے ذریعہ مذہب کی وجہ سے ہونے والے دنگوں میں اپنے آپ کو غیر محفوظ کرنا کس بات کی طرف اشارہ کرتا ہے۔

باب

3

پارلیمانی حکومت

(عوام اور اُن کے نمایندے)

ذرا سوچ کر بتایئے کہ کیا آپ کے اسکول، گاؤں شہر یا ملک کے حکومتی نظام میں ہم سبھی حصہ دار بن سکتے ہیں؟ کیا یہ ممکن ہے؟ ہاں، اگر کم آبادی ہو تو شاید یہ ممکن ہے کہ سارے لوگ اس کے برابر کے حصہ دار ہو سکتے ہیں اور ضروری فیصلہ لینے اور اس پر عمل کرنے کے اہل ہو سکتے ہیں۔ لیکن بات اگر پورے ملک کی ہو یا صرف گاؤں شہر کی ہی ہو تو، ایسا ممکن نہیں ہے۔

ہندوستانی آئین یہ تو ظاہر کرتا ہے کہ تمام لوگ اپنے ملک کی حکومت کے نظام کا حصہ بنیں۔ لیکن براہ راست نہ ہو کر اپنے نمایندوں کے ذریعے بنیں۔ ہمارے ملک میں 18 برس یا اس سے زیادہ عمر کے تمام شہریوں کو ووٹ دے کر اپنے نمایندے کو منتخب کرنے کا اختیار ہے۔ یہ نمایندے الگ الگ سطح پر چنے جاتے ہیں۔ جیسے گرام پنچایت، صوبائی اسمبلی اور پارلیمنٹ۔

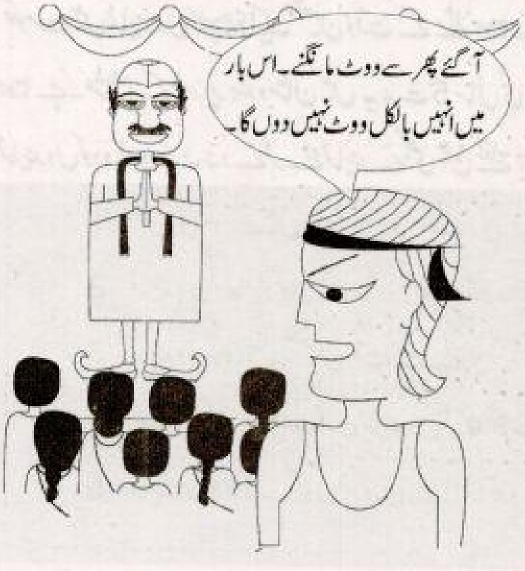

ان نمایندوں کی یہ ذمہ داری ہوتی ہے کہ وہ اپنے حلقہ کے لوگوں کی رائے جانیں، ان کے مسائل کو سنیں اور انہیں حل کرنے کی کوشش کریں۔ ان نمایندوں کا انتخاب 5 برسوں کے لئے ہوتا ہے اور ان کی ذمہ داری لوگوں کے تئیں ہوتی ہے۔ ان 5 سالوں کے دروان اگر یہ ٹھیک سے کام نہ کریں تو لوگ انہیں دوسری بار ووٹ نہ دے کر سرکار سے باہر کر سکتے ہیں۔

صحیح متبادل چنیں

1. نمائندہ کے معنی

(الف) لوگوں کے ذریعہ کسی حلقہ سے چنا گیا امیدوار

(ب) سرکار کے ذریعہ کسی حلقہ سے چنا گیا آدمی

(ج) اس حلقہ کا جانا پہچانا آدمی

2. صوبائی اسمبلی کے لئے منتخب شخص کو کیا کہتے ہیں؟

(الف) وارڈ پنچ

(ب) تھانیدار

(ج) رُکن اسمبلی (ایم ایل اے)

مقامی انتظامیہ(Local Self Governemnt) کی اکائیوں جیسے گرام پنچایت سے لے کر پورے ملک کے لئے قانون بنانے والے ایوان تک تمام اہم اکائیوں میں شامل ہونے والے نمائندہ کا انتخاب عوام خود کرتے ہیں۔ یہ نمائندے لوگوں کی طرف سے قانون بنانے، انہیں نافذ کرنے اور انتظامیہ کے ضروری فیصلے لینے کا کام کرتے ہیں۔ جمہوری حکومت میں نمائندوں کا چناؤ ایک متعین وقت کے لئے ہوتا ہے۔ یہ مدت ختم ہونے پر لوگوں کو پھر سے اپنا نمائندہ چننے کا حق ہوتا ہے۔ مثال کے طور پر ہندوستان میں یہ مدت 5 سال کی ہے۔ 5 سال کے بعد ہونے والے انتخاب میں لوگ پرانے نمائندوں کو دوبارہ ووٹ نہ دے کر نئے نمائندے بھی چن سکتے ہیں۔

1. جمہوری حکومت میں عام لوگوں کی حصہ داری کس طرح سے ہوتی ہے؟
2. نمائندوں کو عام لوگوں کے ساتھ براہ راست رابطہ رکھنا کیوں ضروری ہوتا ہے؟
3. نمائندوں کا انتخاب متعین وقت کے لئے ہی کیوں کیا جاتا ہے؟
4. کیا عام لوگوں کی حصہ داری نمائندوں کے انتخاب تک ہی محدود ہوتی ہے؟
5. نمائندوں کا انتخاب کیوں ضروری ہے؟ اساتذہ سے معلوم کیجئے۔

پارلیمنٹ کی تشکیل

ہندوستانی پارلیمنٹ کے تین حصے ہیں۔ **صدر جمہوریہ، لوک سبھا اور راجیہ سبھا**۔ ان تینوں کو مل کر ہی پارلیمنٹ بنتی ہے۔

لوک سبھا— ہندوستانی ایوان کے دو حصے ہیں۔ ایوان زیریں (Lower House)، ایوان بالا (Upper House) یعنی لوک سبھا اور راجیہ سبھا۔ لوک سبھا کے ارکان عوام کے چنے ہوئے لوگ ہوتے ہیں۔ پنچایتی چناؤ کی طرح ان ارکان کو بھی پانچ سال کے لئے چنا جاتا ہے۔

لوک سبھا انتخاب کے لئے پورے ملک کو برابر آبادیوں والے حلقوں میں تقسیم کیا جاتا ہے اور ہر حلقہ سے ایک نمائندہ چنا جاتا ہے۔ انتخاب لڑنے والے امیدوار کسی نہ کسی پارٹی سے تعلق رکھتے ہیں۔ کچھ آزاد امیدوار بھی ہوتے ہیں انہیں بھی چناؤ لڑنے کا مساوی حق حاصل ہوتا ہے۔ اس وقت لوک سبھا (Lower House) میں 543 انتخابی حلقے ہیں۔ لوک سبھا کے لئے اینگلو انڈین طبقے سے بھی دو ارکان کو نامزد کیا جاتا ہے۔

منتخب ہونے کے بعد امیدوار ایم پی کہلاتے ہیں۔ ان ارکان کو ہی ملا کر پارلیمنٹ بنتی ہے۔ لوک سبھا کے ارکان اپنے درمیان سے ایک اسپیکر اور ایک ڈپٹی اسپیکر کو چنتے ہیں۔

پارلیامنٹ ہاؤس، نئی دہلی

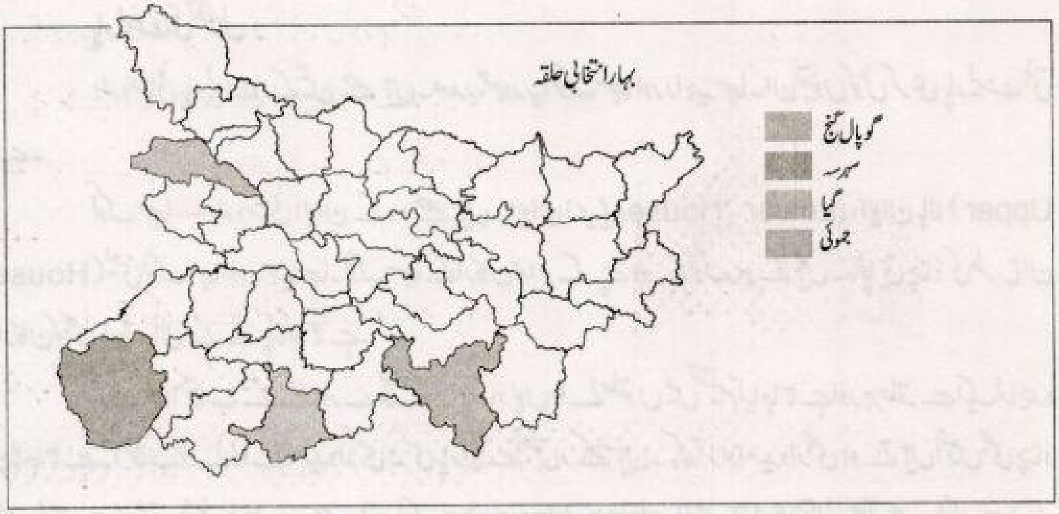

اوپر دیئے گئے نقشے کے مطابق نیچے دیئے گئے سوالوں کے جواب دیجئے:

1. بہار کے اہم شہروں کے انتخابی حلقوں کی پہچان کر کے ان کے منتخب نمایندوں کے نام بتایئے:؟
2. آپ کے ممبر پارلیمنٹ کا کیا نام ہے؟ وہ کس انتخابی حلقے سے چنے گئے ہیں؟
3. نقشے کو الگ الگ رنگوں سے دکھانے کی کوشش کیوں کی جاتی ہے؟
4. بہار کی خاص سیاسی پارٹیوں کے نام معلوم کیجئے۔
5. سیاسی پارٹیوں کا خاص خاص کام کیا ہوتا ہے؟

راجیہ سبھا (ایوان بالا)— ہندوستانی پارلیمنٹ کے ایوانِ بالا کو راجیہ سبھا کہتے ہیں۔ راجیہ سبھا خاص طور سے ملک کے صوبوں کے نمایندوں کی شکل میں کام کرتا ہے۔ راجیہ سبھا کے ممبران کا انتخاب بالواسطہ طور پر ہوتا ہے۔ راجیہ سبھا میں 238 منتخب اور 12 نامزد ممبران ہوتے ہیں۔ صوبے کے لوگ ہی اسمبلی کے ممبران کو منتخب کرتے ہیں اور یہی منتخب ممبران راجیہ سبھا کے ممبران کو چنتے ہیں۔ ہر دو سال کے بعد راجیہ سبھا کے ایک تہائی ممبران کا چناؤ کیا جاتا ہے۔ اس طرح راجیہ سبھا کبھی تحلیل نہیں ہوتی۔ راجیہ سبھا کے ہر ممبر کی مدت کار 6 سال تک کے لئے ہوتی ہے۔

صدر جمہوریہ:- پارلیمنٹ کا تیسرا اہم حصہ صدر جمہوریہ کی شکل میں ہوتا ہے۔ ہندوستان کے آئین کے مطابق

صدر جمہوریہ اپنے اختیارات کا استعمال وزیراعظم کے ذریعے بنائے گئے کیبنٹ کے ذریعہ بھی کرتے ہیں۔ صدر جمہوریہ کے عہدے کی مدت 5 سال کے لئے ہوتی ہے۔

اساتذہ کی مدد سے معلوم کیجئے کہ صدر جمہوریہ کا انتخاب کس طرح عمل میں آتا ہے؟

حکومت سازی کا عمل

لوک سبھا کے انتخابات کے بعد چنے گئے ممبران پارلیمنٹ کی فہرست تیار کی جاتی ہے۔ جس سیاسی جماعت کو اکثریت کے لئے آدھی سے زیادہ سیٹیں حاصل ہوتی ہیں اسے ہی صدر جمہوریہ حکومت سازی کے لئے مدعو کرتے ہیں۔ ہندوستان میں کسی بھی پارٹی کو حکومت بنانے کے لئے 543 میں سے کم سے کم 272 سیٹوں کی ضرورت ہوتی ہے۔ اگر کسی ایک پارٹی کو اکثریت کے لئے ضروری 272 سیٹیں نہ مل پائیں تو ایک سے زیادہ پارٹیاں مل کر بھی سرکار بنا سکتی ہیں، جسے مخلوط حکومت کہا جاتا ہے۔

نیچے دیئے گئے 1984 میں ہوئے آٹھویں لوک سبھا انتخاب کا چارٹ دیا گیا ہے۔ اس چارٹ کو پڑھ کر نیچے کے سوالوں کے جواب دیجئے۔

آٹھویں لوک سبھا انتخاب کے نتائج - 1984

سیاسی پارٹیاں	منتخب ممبران کی تعداد
قومی پارٹیاں	
بھارتیہ جنتا پارٹی (بی جے پی)	02
بھارتیہ کمیونسٹ پارٹی (سی پی آئی)	02

بھارتیہ کمیونسٹ پارٹی (سی پی آئی۔ایم)	22
انڈین کانگریس (سوشلسٹ)	04
بھارتیہ راشٹریہ کانگریس	404
جنتا پارٹی	10
لوک دل	03
علاقائی پارٹیاں	
آل انڈیا دروڑ منیتر کزگم (اے آئی ڈی ایم کے)	12
دروڑ منیتر کزگم (ڈی ایم کے)	02
آل انڈیا فارورڈ بلاک	02
انڈین کانگریس (جے)	01
نیشنل کانفرنس	03
کیرل کانگریس (جے)	02
مسلم لیگ	02
پی زینٹ اینڈ ورکرس پارٹی آف انڈیا	01
ریولشنری سوشلسٹ پارٹی	03
تیلگو دیشم پارٹی	30
آزاد امیدوار	05
کل تعداد	**510**

نوٹ: 1984ء میں آسام اور پنجاب میں لوک سبھا انتخاب نہیں ہوئے تھے۔

ذریعہ: www.eci.gov.in

1. آٹھویں لوک سبھا انتخاب میں کس سیاسی پارٹی کو سب سے زیادہ سیٹیں حاصل ہوئی تھیں؟
2. کس پارٹی کو سب سے کم نشستیں حاصل ہوئی تھیں؟

گذشتہ چند برسوں میں ہوئے لوک سبھا انتخابات میں کسی بھی ایک سیاسی جماعت کے پاس حکومت سازی کے لئے ضروری اکثریت نہیں تھی۔ اس لئے کئی جماعتوں نے مشترکہ ایشوز کی بنیاد پر مل جل کر سرکار بنانے کی کوشش کی ہے۔

ملی جلی سرکار کی مثال سمجھنے کے لئے لوک سبھا انتخابات 1999ء کا چارٹ دیکھیں اور سوالوں کے جواب دیں

تیرہویں لوک سبھا انتخاب کے نتائج:-

سیاسی پارٹیاں	منتخب ممبران پارلیمنٹ کی تعداد
قومی پارٹیاں	
بھارتیہ جنتا پارٹی (بی جے پی)	182
بہوجن سماج پارٹی (بی ایس پی)	14
بھارتیہ کمیونسٹ پارٹی (سی پی آئی۔ایم)	33
بھارتیہ راشٹریہ کانگریس	114
جنتادل یو (جے ڈی یو)	21
دیگر	05
علاقائی پارٹیاں	
آل انڈیا دروڑ منیتر کزگم (اے آئی ڈی ایم کے)	10
آل انڈیا ترنمول کانگریس	08
بیجو جنتادل	10

دروڑ منتر کزگم (ڈی ایم کے)	12
انڈین نیشنل لوک دل	05
راشٹروادی کانگریس پارٹی	08
پہلی مکّل کانچی (پی ایم کے)	05
راشٹریہ جنتا دل (آر جے ڈی)	07
شیوسینا	15
سماج وادی پارٹی (ایس پی)	26
تیلگو دیشم پارٹی (ٹی ڈی پی)	29
دیگر	23
رجسٹرڈ (غیر منظور شدہ) پارٹیاں	10
آزاد امیدوار	06
کل تعداد	**543**

ذریعہ: www.eci.gov.in

1. تیرہویں لوک سبھا انتخاب میں کون سی پارٹی سب سے بڑی پارٹی کی شکل میں ابھر کر سامنے آئی؟
2. سب سے بڑی پارٹی ہوتے ہوئے بھی بھاجپا تنہا سرکار کیوں نہیں بنا سکی۔
3. بھاجپا نے جو ملی جلی سرکار بنائی اس کا نام کیا تھا؟
4. آپ کی سمجھ میں کیا اکثریت کو سرکار بنانے کی بنیاد سمجھنا چاہیے؟ وجہ کے ساتھ سمجھائیے۔
5. کیا اس طرح کی اتحاد سے بنی حکومت طاقتور ہوسکتی ہے؟ وجہ کے ساتھ سمجھائیے۔

وزیراعظم اوروزارتی کونسل (کیبنٹ)

لوک سبھا میں اکثریت والی پارٹی کے قائد کو وزیراعظم بنایا جاتا ہے۔ صدر جمہوریہ کے مشورے سے وزیراعظم دوسرے وزراء کو مامور کرتے ہیں۔ وزیراعظم اور دوسرے تمام وزیروں کے لئے پارلیمنٹ کا ممبر ہونا لازمی ہے۔ اگر کوئی شخص پارلیمنٹ کا ممبر بنے بغیر وزیر یا وزیراعظم بن جاتا ہے تو اسے چھ مہینے کے اندر ایم پی کے طور پر منتخب ہونا پڑتا ہے۔ کیبنٹ پارلیمنٹ کے تئیں جواب دہ ہوتی ہے۔ وہ پارلیمنٹ کے نمائندے کے روپ میں مجموعی طور پر کام کرتی ہے۔

ہندوستان میں وزیراعظم کا سرکار میں سب سے اونچا مقام ہے۔ وزیراعظم ایک طرف کیبنٹ اور دوسری طرف صدر جمہوریہ کے درمیان پُل کا کام کرتے ہیں۔ وزیراعظم سرکار کے سبھی اہم فیصلوں میں شامل ہوتے ہیں۔

1. صدر جمہوریہ کس کو وزیراعظم بناتے ہیں؟
2. کیا وزیراعظم اپنی مرضی سے اپنی کیبنٹ میں اپنے لوگوں کو لے سکتے ہیں؟

اساتذہ کی مدد سے معلوم کیجئے۔

پارلیمنٹ کے کام

پارلیمنٹ کو خاص طور سے مندرجہ ذیل کام کرنے ہوتے ہیں۔

1. **آئینی کام کاج:** پارلیمنٹ پورے ملک یا ملک کے کسی حصے کے لئے قانون بناتا ہے۔ قانون بنانے کے مرحلے کے متعلق آپ آئندہ سبق میں پڑھیں گے۔

2. **مالی کام کاج:** سرکار کو بہت سے کام کرنے پڑتے ہیں۔ ان تمام کاموں کے لئے پیسے کی ضرورت ہوتی ہے۔ پارلیمنٹ اپنے مالی اختیارات کے ذریعے سرکار کے کاموں کے لئے پیسہ مہیا کرانے کا اختیار دیتا ہے۔ سرکار کو اپنے ذریعے خرچ کئے گئے پیسے کا حساب اور آمدنی کی تفصیل پارلیمنٹ کو دینی پڑتی ہے۔

3. **سرکار کو سنبھالنا، رہنمائی کرنا اور جانکاری دینا:** سرکار کو سنبھالنا اور رہنمائی کرنا پارلیمنٹ کا سب سے اہم کام ہے۔ پارلیمنٹ میں لوگوں کے ذریعہ منتخب امیدوار لوگوں کی طرف سے کام کرتے ہیں، اس لئے وزارتی کونسل پارلیمنٹ کے تئیں جواب دہ ہوتی ہے۔ پارلیمنٹ کئی طریقوں سے وزارتی کونسل پر قابو رکھتی ہے۔ ان طریقوں میں سوال کے وقفے کے

دوران سوال پوچھنا، سرکار کے اصولوں اور پروگراموں کی تنقید کرنا اور عدم اعتماد تحریک کو ایوان میں لانا وغیرہ خاص طریقے ہیں۔

وقفہ سوال و جواب میں سوال پوچھنا

وقفہ سوالات پارلیمنٹ کا اہم حصہ ہے۔ پارلیمانی کارروائی کا آغاز ہر دن وقفہ سوالات سے ہوتا ہے۔ اس وقفے کے دوران عام طور پر ممبران اپنے انتخابی حلقے سے متعلق کسی بھی محکمہ کے کسی بھی مسئلے سے متعلق سوالات پوچھتے ہیں۔ کئی موقع پر ایسے سوالات پوچھے جاتے ہیں جو سرکار کے کسی منصوبے اور پروگرام سے تعلق رکھتے ہیں اور پورے ملک کو متاثر کرتے ہیں۔

اگر آپ کو اپنے علاقے کے متعلق سوال کرنا ہو تو آپ اپنے ایم پی سے کیا سوال کریں گے؟

عدم اعتماد کی تحریک

عدمِ اعتماد کی تحریک وزارتی کونسل پر کنٹرول رکھنے کا ایک مضبوط وسیلہ ہے۔ اگر پارلیمنٹ کو یہ لگتا ہے کہ مجلس وزرا صحیح طریقے سے کام نہیں کر رہی ہے تو پارلیمنٹ میں یہ تجویز پیش کی جا سکتی ہے۔ ایسی تجویز کی اطلاع ملنے پر لوک سبھا کے اسپیکر اس تجویز پر بحث کے لئے ایک دن اور وقت طے کرتے ہیں۔ بحث کے بعد ووٹنگ ہوتی ہے اور تجویز منظور ہو گئی تو حکومت کو استعفیٰ دینا پڑتا ہے۔

اس عدم اعتماد کی تحریک والے ضابطے کے پیچھے کیا وجہیں ہو سکتی ہیں؟ آپس میں تذکرہ کیجیے۔

مشقی سوالات

1. ہمارے یہاں 18 سال سے زیادہ کے تمام لوگوں کو ووٹ دینے کا حق حاصل ہے۔ آپ کی سمجھ سے کیا یہ ٹھیک ہے؟

2. لوک سبھا لوگوں کے جذبات اور ان کی امیدوں کا ایک مرکز ہے؟ کیا آپ اس بات سے اتفاق رکھتے ہیں؟ وجہ دے کر سمجھایئے۔

3. جمہوری نظام حکومت میں عام لوگوں کی حصہ داری کس طرح سے ہوتی ہے؟ مثال دے کر سمجھایئے۔

4. مرکز میں حکومت سازی کے لئے کسی بھی پارٹی یا پارٹیوں کے اشتراک (گٹھ بندھن) کے پاس ہونے والی واضح اکثریت کا کیا مطلب ہے۔ مثال دے کر سمجھایئے۔

5. پارلیمنٹ وزارتی کونسل پر کن کن طریقوں سے کنٹرول کرتا ہے؟ ان میں سے آپ کو کون سا طریقہ سب سے اچھا اور موثر لگتا ہے اور کیوں؟

6. پارلیمنٹ کے خاص خاص کام کون کون سے ہیں۔ اپنے الفاظ میں لکھئے۔

7. نیچے دیئے گئے چارٹ کو سبق میں دی گئی جانکاری کی بنیاد پر پُر کیجئے۔

جانکاری	لوک سبھا
1. ممبران پارلیمنٹ کی کل تعداد	
2. ممبران پارلیمنٹ کی مدت کار	
3. ایوان کی مدت کار	
4. انتخاب کا طریقہ	
5. اسپیکر کے انتخاب کا طریقہ	

باب

4 قانون کی سمجھ

کیا آپ کو پتہ ہے کہ ہمارے ملک میں درجہ اوّل میں داخلہ کے لئے کیا عمر متعین کی گئی ہے؟ یہ تو آپ کو معلوم ہی ہے کہ ہمارے ملک میں ووٹ دینے کی عمر کیا رکھی گئی ہے۔ آپ کو یہ بھی معلوم ہے کہ آدمی کو تھانے کا چکر کن کن وجہوں سے لگانا پڑتا ہے۔ کیا ان کے پیچھے کوئی ضابطہ ہوتا ہے؟ یا یہ سارے کام اپنی اپنی مرضی کے حساب سے لوگ کرتے ہیں؟ یہ سارے کام ملک میں موجود مقررہ ضابطے اور قانون کے مطابق ہوتے ہیں۔

آپ اکثر ریڈیو، ٹیلی ویزن اور اخبار کے اشتہارات میں مختلف قانون اور ضابطے کے متعلق سنتے ہوں گے۔ ان میں کئی قانون سے واقف ہوتے ہیں جیسے لڑکا اور لڑکی کی شادی کی عمر، جہیز لینے کے خلاف قانون، حق رائے دہی کا قانون وغیرہ۔ لیکن کچھ قوانین کے متعلق آپ کو ٹھیک سے جانکاری نہیں ہوگی کیونکہ آپ بچے ہیں اس لئے آپ کے بڑے بزرگ اس سے واقف ہوں گے جیسے جائیداد خریدنے اور بیچنے کا قانون، ہر طرح کے جھگڑے نپٹانے کا قانون۔

اس سبق میں ہم معلوم کریں گے کہ کس طرح قانون سبھوں پر یکساں طور پر نافذ ہوتا ہے۔ نئے قانون کس طرح بنتے ہیں اور قانون بنانے کی ضرورت کیوں ہوتی ہے۔ جتنا ضروری یہ سب جاننا ہے اتنا ہی ضروری یہ بھی جاننا ہے کہ ملک کا شہری ہونے کے ناطے ہمیں نامناسب اور متنازعہ قانون بنانے کی صورت میں کیا کرنا چاہئے۔

جب ایک مرکزی وزیر کے بھائی کو قتل کے الزام میں سزا سنائی گئی تو وہ اپنے بھائی کو اپنے صوبے سے باہر نکالنے میں مدد کرتا ہے۔ کیا آپ کو لگتا ہے کہ اس مرکزی وزیر نے صحیح کام کیا؟ کیا اس کے بھائی کو صرف اس لئے قانون سے معافی ملنی چاہئے کیونکہ اس کا بھائی معاشی اور سیاسی طور پر بہت طاقتور ہے؟

کسی بھی عوامی انتظام کو چلانے کے لئے جو ضابطے بنائے جاتے ہیں انہیں قانون کہا جاتا ہے۔ ان ضابطوں اور قوانین کے بغیر ہم ایک مثالی معاشرے کی تشکیل کا تصور بھی نہیں کر سکتے۔

قانونی ضابطہ پر عمل معاشرے کے لئے بہت ضروری ہے۔ یہ انسانی فلاح اور انسانی اقدار کے حقوق کے پیش نظر بنائے جاتے ہیں۔ قانون اور ضابطے عام طور پر متعین اور مقرر ہوتے ہیں۔ لیکن کسی خاص حالت میں یا لوگوں کے احتجاج کرنے پر ان ضابطوں اور قوانین میں ترمیم کیا جاتا ہے یا انہیں واپس لے لیا جاتا ہے۔

قانون بناتے وقت آئین کی کن باتوں پر دھیان رکھنا چاہئے؟
الگ الگ گروپ بنا کر اس موضوع پر تذکرہ کیجئے۔

آؤ مل کر یہ عہد کریں......

مان لیجئے آپ کے اسکول میں بچہ مزدوری کے خلاف مہم چل رہی ہو اور آپ کو اس کے پوسٹر بنانے کہا جائے تو آپ کیا بنائیں گے؟ اوپر دی گئی جگہ پر بنائیے۔

قانون کیسے بنتے ہیں؟

جمہوری اقتدار میں قانون بنانے کا اختیار اصولی طور پر تو عوام کا ہے لیکن تکنیکی اور عملی طور سے اسے عوام کے نمایندے ہی بناتے ہیں۔ ہندوستان میں قانون بنانے کا ذمہ آئین نے ہندوستانی ایوان کو دیا ہے۔ کیونکہ ایوان (سنسد) میں عوام کے نمایندے ہوتے ہیں۔ اس کا ایک اہم کام ملک کے لئے قانون بنانا ہے۔ قانون بنانے کے لئے ایک مرحلے سے گذرنا پڑتا ہے۔ عام طور پر عوام سب سے پہلے سماجی مسائل کے حل کیلئے خاص قانون بنانے کے لئے آواز اٹھاتے ہیں۔ عوام کے ذریعے اٹھائی گئی آواز اور مسائل کو قانون ساز کمیٹی کے سامنے رکھا جاتا ہے۔ اس کے بعد کیبنٹ میں اسے منظوری کے لئے بھیجا جاتا ہے۔ اس کے بعد کیبنٹ اس کو ایوان میں پیش کرنے، اس کے اہم مقاصد اور وقت کا تعین کرتا ہے۔ ہندوستان میں پارلیمنٹ کے دو حصے ہیں — لوک سبھا (ایوان زیریں) اور راجیہ سبھا (ایوان بالا)۔ عوام سے براہ راست تعلق رکھنے والے بل کو کسی بھی ایوان میں رکھا جاسکتا ہے۔ اس بل پر ایوان میں بحث ہوتی ہے۔ جس میں سدھار اور ترمیم بھی ہوتا ہے۔ اس بات کو سمجھنے کے لئے نیچے کے چارٹ کو دیکھا جاسکتا ہے۔

قانون بنانے کا طریقہ اور مرحلہ

عوام کا مسئلہ/ سماج میں چرچا اور بحث

↓

سرکار کے ذریعہ ایوان میں بل پیش کرنا

↓

ایوان میں چرچا اور بحث

↙ ↘

بل پاس — بل رد

↓ (بل پاس)

پاس بل کو دوسرے ایوان میں بھیجا جاتا ہے۔

↓

دوسرے ایوان میں چرچا/ بحث اور پاس یا ترمیم

↓

صدر جمہوریہ کے پاس دستخط کے لئے بھیجا جاتا ہے

↓

منظوری کے بعد وہ بل قانون بن جاتا ہے

پارلیمنٹ میں حقِ تعلیم قانون پر بحث

آزادی کے بعد آئین میں تعلیم پر بطور خاص توجہ دی گئی۔ اُس میں یہ طے کیا گیا (آرٹیکل 45) کہ 14 سال تک کے بچوں کے لئے مفت اور ضروری تعلیم کا انتظام اگلے 10 برسوں میں حکومت کے ذریعے کی جانی چاہئے۔

آج 60 برسوں کے بعد بھی بچہ مزدوری، پڑھائی ادھوری چھوڑنے والے بچوں اور بچیوں کی کم تعلیمی فی صد، اس بات کی طرف اشارہ کرتے ہیں کہ سرکار کے ذریعے تعلیم سے متعلق بنائے گئے قانون پوری طرح سے لاگو نہیں ہو پائے ہیں۔ اس مسئلے کو لے کر عوامی تنظیمیں، طلباء تنظیمیں اور سماجی تنظیمیں اور دوسرے لوگ اپنی میٹنگ اور جلسے جلوسوں کے ذریعہ آوازیں اٹھاتے رہتے ہیں۔

کسی بھی بل کو قانون بنانے کے لئے پارلیمنٹ میں کس طرح کا چرچا اور اس کی کارروائی ہوتی ہے، اسے نیچے دی گئی مثال سے سمجھا جاسکتا ہے۔

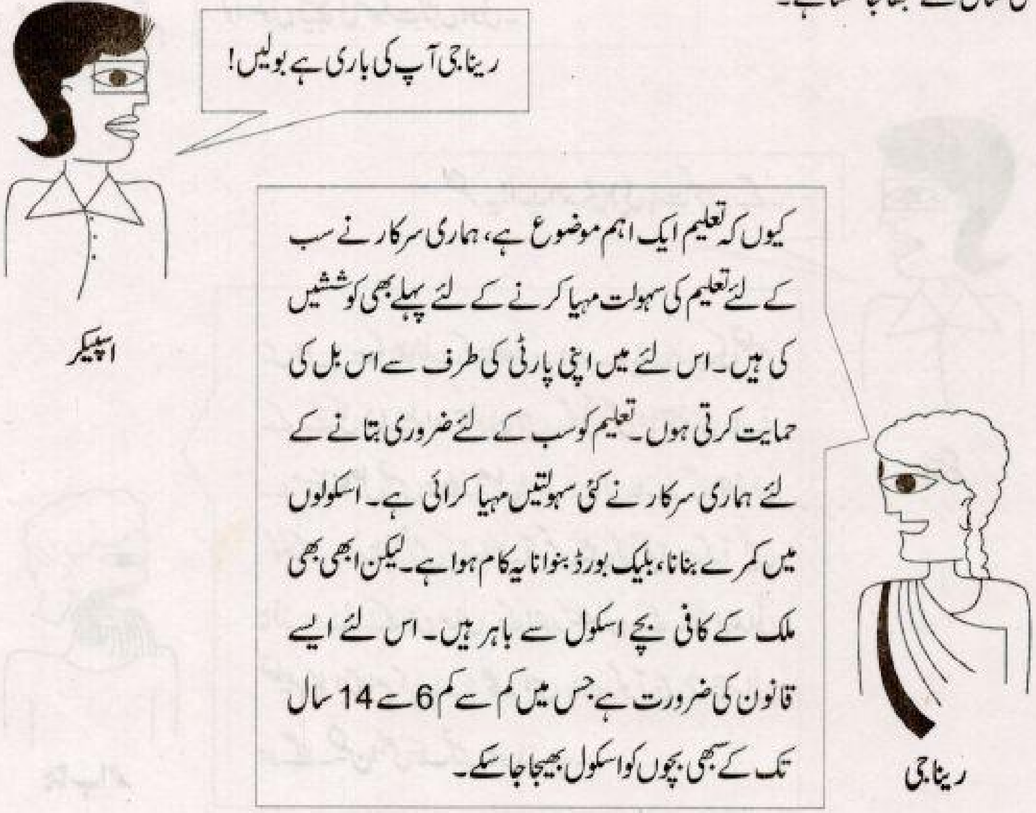

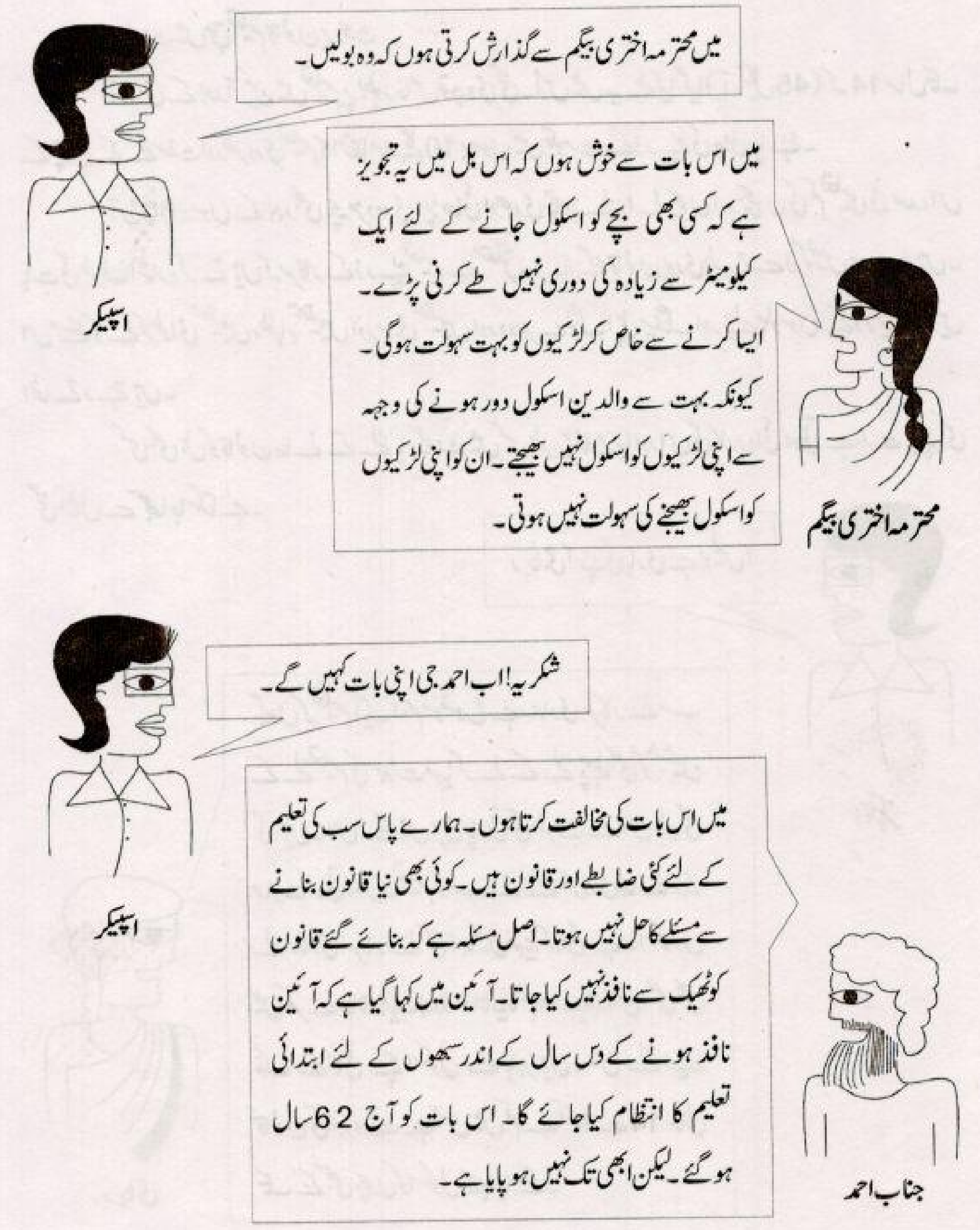

میں محترمہ اختری بیگم سے گذارش کرتی ہوں کہ وہ بولیں۔
اسپیکر
میں اس بات سے خوش ہوں کہ اس بل میں یہ تجویز ہے کہ کسی بھی بچے کو اسکول جانے کے لئے ایک کیلومیٹر سے زیادہ کی دوری نہیں طے کرنی پڑے۔ ایسا کرنے سے خاص کر لڑکیوں کو بہت سہولت ہوگی۔ کیونکہ بہت سے والدین اسکول دور ہونے کی وجہ سے اپنی لڑکیوں کو اسکول نہیں بھیجتے۔ ان کو اپنی لڑکیوں کو اسکول بھیجنے کی سہولت نہیں ہوتی۔
محترمہ اختری بیگم
شکریہ! اب احمد جی اپنی بات کہیں گے۔
اسپیکر
میں اس بات کی مخالفت کرتا ہوں۔ ہمارے پاس سب کی تعلیم کے لئے کئی ضابطے اور قانون ہیں۔ کوئی بھی نیا قانون بنانے سے مسئلے کا حل نہیں ہوتا۔ اصل مسئلہ ہے کہ بنائے گئے قانون کو ٹھیک سے نافذ نہیں کیا جاتا۔ آئین میں کہا گیا ہے کہ آئین نافذ ہونے کے دس سال کے اندر سبھوں کے لئے ابتدائی تعلیم کا انتظام کیا جائے گا۔ اس بات کو آج 62 سال ہو گئے۔ لیکن ابھی تک نہیں ہو پایا ہے۔
جناب احمد

ریناجی

محترم رکن کو اس کے متعلق پوری جانکاری نہیں ہے۔ میں ایوان کو یہ بتانا چاہتی ہوں کہ اس بل میں ایک بات ہے کہ جو بچے ابھی تک اسکولوں سے الگ ہیں، انہیں بھی ان کی عمر کے مطابق اسکول میں داخل کرنے کے لئے خاص تیاری کی جائے گی۔ اس بل میں پسماندہ طبقات اور معذوروں کے لئے پورا دھیان دیا گیا ہے۔

اسپیکر

ریناجی، آپ کا وقت ختم ہو گیا ہے۔

کئی ممبران ایوان نے اس بات کی جم کر مخالفت کی

یہ مناسب نہیں ہے۔ آپ کو اپنا وقت دینا چاہیے۔

اسپیکر

خاموش رہیں، انتراجی آپ بولیں۔

انتراجی

تعلیم کے کسی حق کا تب تک کوئی فائدہ نہیں ہوگا جب تک سبھوں کے لئے یکساں اسکولی نظام کو قائم نہیں کیا جائے گا۔ ہمارے ملک میں کئی طرح کے اسکول چل رہے ہیں جس کی وجہ سے ایک جیسی تعلیم کا انتظام بہت دشوار ہے۔ اگر سرکار اس معاملے میں سنجیدہ ہے تو قانون میں یہ انتظام کیا جائے کہ کوئی بھی نجی اسکول نہیں ہوگا۔

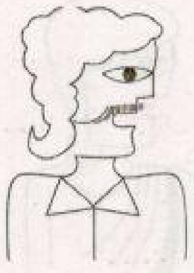
ایتک کمار

میرا یہ ماننا ہے کہ یہ قانون صرف ابتدائی قدم ہے۔ بعد میں ہمیں اعلیٰ تعلیم کو بھی اس دائرے میں لانا ہوگا۔ 14 سال تک آتے آتے بچے زیادہ سے زیادہ آٹھویں جماعت تک ہی پہنچ پاتے ہیں۔ آٹھویں تک کی پڑھائی سے انہیں کیا ملے گا۔ کیا ہم صرف یومیہ پر مزدور ہی پیدا کرنا چاہتے ہیں جو اپنا نام لکھ لیں اور تھوڑا بہت حساب کتاب کرلیں۔ میرا ماننا ہے کہ اگر آپ چاہتے ہیں کہ مزدور کا بیٹا مزدور نہ ہو تو اس قانون کو وسعت دے کر اعلیٰ تعلیم تک بڑھانا ہوگا۔

بحث اسی طرح چلتی رہی۔ بحث کے بعد اسپیکر نے بل پر ووٹنگ کروائی۔ بل اتفاق رائے سے بہ آسانی پاس ہوگیا۔

دی گئی مثالوں سے ظاہر ہوتا ہے کہ قانون بنانے میں عوام کا کردار اہم ہوتا ہے۔ قانون بنانے کے ہر معاملے میں عوام کی آواز بہت اہمیت رکھتی ہے۔ لوگوں کی یہ آواز ٹیلی ویژن، اخبار، ریڈیو اور عام جلسہ، دھرنا اور مظاہرہ وغیرہ کے ذریعہ پہنچائی جاتی ہے۔ ایوان کی ہر کارروائی کو بہتر ڈھنگ سے عوام تک پہنچائی جاتی ہے۔ ابلاغ عامہ کے مختلف ذرائع کے توسط سے ایوان کی کارروائی ٹھوس اور صاف ستھرے طریقے سے عوام کے سامنے دکھایا جاتا ہے اور ہم دیکھتے ہیں کہ ایوان قانون بنانے والا بااختیار اور سب سے بڑا ادارہ ہے۔

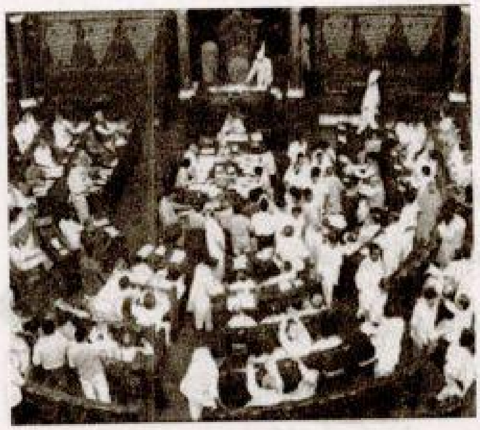
پارلیامنٹ میں ہورہی ہے بحث

کیا قانون سب پر نافذ ہوتے ہیں؟

ہمارے ملک کا قانون تمام شہریوں پر عام شکل میں نافذ ہوتا ہے چاہے وہ آدمی امیر ہو یا غریب، عورت ہو یا مرد، اعلیٰ ہوں یا پسماندہ، سرکاری لوگ ہوں یا عوامی

نمائندے۔ یہاں تک کہ متعلقہ آدمی اگر ملک کا صدر ہی کیوں نہ ہو، قانون سبھوں پر یکساں طور پر نافذ ہوتا ہے۔ یعنی قانون کے اوپر کوئی آدمی نہیں ہوتا ہے۔ اگر کوئی آدمی جرم کرتا ہے یا قانون شکنی کرتا ہے تو اس کے لئے ایک مقررہ سزا ہوتی ہے۔ سزا طے ہونے تک کا ایک متعین مرحلہ ہوتا ہے جس میں آدمی کا جرم ثابت ہوتا ہے۔

ہمارے ملک میں قانون شکنی کرنے کے لئے یا جرم کی سزا دینے کے لئے عدالت ہوتی ہے۔ عدالت سزا طے کرتی ہے۔ آئندہ سبق میں اس بات کا ذکر تفصیل سے کیا جائے گا۔

اگر آپ سبق کے شروع میں دی گئی مثالوں کو دوبارہ پڑھیں تو پائیں گے کہ مرکزی وزیر کے ذریعہ کیا گیا کام قانون کے بالکل خلاف ہے۔ اس حالت میں لوگ اپنی آزادی کا من مانے ڈھنگ سے استعمال کر سکتے ہیں۔ ملک میں سارے لوگ قانون کی نظر میں ایک برابر ہیں۔

غیر مقبول قانون کی مثال

بہار پریس بل 1980ء اور دوسرے واقعات

:صوبہ بہار میں 1980ء میں بہار پریس بل کے نام سے اسمبلی کے ذریعہ ایک قانون پاس کیا گیا تھا۔ اس قانون میں ایسی باتیں لکھی گئی تھیں جن کا سہارا لے کر ریاستی حکومت کی تنقید کرنے والے کسی بھی شخص، اخبار یا رسائل سے جڑے تمام لوگوں کو سزا دی جا سکتی تھی۔ سرکار کی تنقید کرنے پر یہ الزام آسانی سے لگایا جا سکتا تھا کہ انہوں نے اپنے خیالات کو لاپروائی سے پیش کیا ہے جس سے لوگوں کو نقصان پہنچا ہے۔ اس قانون سے اظہار خیال کی آزادی کے بنیادی حق پر کسی بھی طرح کی روک لگائی جا سکتی ہے۔ اس قانون پر لوگوں نے لکھ کر، دھرنے و مظاہرے اور دوسرے طریقے سے جم کر مخالفت کی۔ 3 ستمبر 1982ء کو اس کے خلاف ایک آل انڈیا نیوز پیپر ایسوسی ایشن اور اس کے ہم خیال تنظیموں کے ذریعے ملک بھر میں ہڑتال کی گئی۔ کئی تنظیموں نے ہائی کورٹ پٹنہ سے اس قانون پر روک لگانے کے لئے اپیل دائر کی۔

اخیر میں ہائی کورٹ اور عوام کے دباؤ میں بہار سرکار کو یہ بل واپس لینا پڑا۔ بہار پریس بل سے پہلے اور بعد میں بھی کئی ایسے قانون بنے ہیں جن کی لوگوں نے زبردست مخالفت کی ہے۔

1. آپ اپنے اساتذہ کی مدد سے کچھ ایسے قانون کی فہرست بنائیں جو عوام کے دباؤ میں واپس لئے گئے ہوں۔
2. پتا لگائیے کہ ہمارے ملک میں پریس کی آزادی پر کیا کبھی روک لگائی گئی تھی؟

ایروم شرمیلا کی بھوک ہڑتال

شمال مشرق کی کچھ ریاستوں میں مسلح افواج بل نافذ کیا گیا ہے۔ یہ بل فوج کو یہ اختیار دیتا ہے کہ فوج لوگوں کے گھروں کی تلاشی بنا کسی حکم کے کبھی بھی لے سکتی ہے اور لوگوں کو کبھی بھی گرفتار کر سکتی ہے۔ وہاں کے لوگ اس بل کی گذشتہ کئی برسوں سے مخالفت کر رہے ہیں۔

1974ء سے 1976ء میں لگائے گئے داخلی ایمرجنسی کے دوران بھی پریس اور اظہار خیال کی آزادی پر سخت روک لگائی گئی تھی۔ اس کی مثال دیتے ہوئے چنڈی گڑھ کے ایک ٹیچر بتاتے ہیں کہ جب لوگ پڑھاتے تھے تو پولس والے دیکھتے تھے کہ ہم کیا پڑھا رہے ہیں۔ وجہ پوچھے جانے پر پولس نے بتایا کہ ہمیں دیکھنا ہے کہ آپ پڑھانے کے دوران حکومت کے خلاف باتیں تو بچوں کو نہیں بتا رہے ہیں؟ ایمرجنسی کی بھی ہمارے ملک کے لوگوں نے زبردست مخالفت کی۔

ایمرجنسی کے خلاف جے پرکاش نارائن نے پورے ملک میں عوامی تحریک پیدا کی۔ آگے چل کر یہ تحریک ''سمپورن کرانتی''، یعنی مکمل انقلاب کے نام سے مشہور ہوئی۔ غاصبانہ قانون کی لوگوں نے ایسی مخالفت کی کہ تمام طبقے کے لوگ سڑکوں پر اتر آئے۔ اس انقلاب کا مقصد شہریوں کی آزادی کے ساتھ ساتھ، بدعنوانی، مہنگائی، بے روزگاری اور اس کا حل اور معاشرے میں تبدیلی بھی تھا۔

مشقی سوالات

1. قانون کی حکومت سے آپ کیا سمجھتے ہیں؟ ایک مثال دے کر سمجھائیں۔
2. ہندوستان میں قانون بنانے کا طریقہ اور اس کی خاص باتوں کو اپنے الفاظ میں لکھئے۔
3. آپ کے خیال میں حصول تعلیم کے حق کے قانون میں کن کن باتوں کو شامل کرنا چاہئے اور کیوں؟
4. اگر کسی صوبہ یا مرکز کی سرکار ایسا کوئی قانون بناتی ہے جو لوگوں کی ضرورتوں کے مطابق نہ ہو تو عام لوگوں کو کیا کرنا چاہئے؟
5. مان لیجئے آپ ''اختلاف'' نامی عورتوں کی تنظیم کے رکن ہیں اور آپ بہار میں شراب بندی پر قانون لاگو کروانا چاہتے ہیں تو اس کے لئے اپنے صوبے میں وزیر اعلیٰ کو درخواست لکھئے جس میں شراب بندی کے قانون کی ضرورت کے متعلق بتایا گیا ہو۔
6. اگر پٹواری کے پاس زمین درج کروانے کا قانون نہ ہو تو عام لوگوں کو کن کن مسائل کا سامنا کرنا پڑ سکتا ہے؟

باب

5

عدلیہ

کیا آپ لوگ آپس میں کبھی لڑتے جھگڑتے ہیں؟ آپ سوچ رہے ہوں گے، بھلا یہ بھی کوئی سوال ہوا۔ ہم بچے ہی نہیں، بلکہ بڑے لوگ بھی تو آپس میں لڑتے ہیں۔ لیکن بچوں اور بڑوں کی لڑائی میں ایک فرق ہوتا ہے۔ آپ اپنی لڑائی کا نبٹارہ کرنے کے لئے اکثر اپنے سرپرستوں، ٹیچروں یا پرنسپلوں کے پاس جاتے ہیں۔ یہ لوگ کبھی پیار سے تو کبھی ڈانٹ پھٹکار کر آپ کے جھگڑے کا حل نکال لیتے ہیں۔

بچوں کے والد نے کیا جواب دیا ہوگا؟ سوچ کر لکھیے۔

یہ تو رہی آپ کی بات۔لیکن کیا آپ نے کبھی سوچا ہے، کہ جب بڑے لوگوں کے بیچ کوئی جھگڑا یا تنازعہ ہوتا ہے، تو وہ اپنے مسائل کو لے کر کہاں جاتے ہیں؟ وہ کبھی اپنے دوستوں یا رشتہ داروں کی مدد سے اپنے مسائل کا حل تلاش کر لیتے ہیں۔ اگر اس سے بھی بات نہیں بنتی ہے تو پنچایت کی مدد لیتے ہیں۔لیکن ہر ایک جھگڑے کا حل اس طرح سے نہیں نکالا جا سکتا ہے۔

آپ کو یہ تو پتہ ہی ہے کہ ہمارا ملک ایک جمہوری ملک ہے اور یہاں پر قانون کی حکومت چلتی ہے، جو تمام لوگوں پر یکساں طور پر نافذ ہوتا ہے۔ ہمارے ملک میں قانون کے مطابق، الگ الگ طرح کے تنازعات کا نبٹارہ کرنے کے لئے ایک نظام قائم کیا گیا ہے، جس میں کئی طرح کی عدالتیں ہیں۔ان عدالتوں میں لوگ انصاف کے لئے جا سکتے ہیں۔

انصاف کی سمجھ

جب کسی موضوع پر دو افراد یا دو جماعتوں کے بیچ تنازعہ ہوتا ہے تو ہر ایک اپنے کو صحیح اور دوسرے کو غلط مانتا ہے۔

لیکن انصاف کے نقطۂ نظر سے یہ طے کرنا کہ کون صحیح ہے اور کون غلط، اتنا آسان معاملہ نہیں ہے، جتنا کہ ہمیں لگتا ہے۔آیئے، انصاف کو سمجھنے کے لئے گیتا کی کہانی کو پڑھتے ہیں۔

گیتا اپنے تین بھائیوں کی اکلوتی بہن تھی۔ بچپن سے ہی اس کے ماں باپ نے اسے لاڈ پیار سے پالا تھا۔کھانے پینے اور کپڑے لتے کی اسے کوئی کمی نہ تھی۔ ہاں، صرف پڑھائی کے لئے وہ پاس والے سرکاری ہندی میڈیم اسکول میں جاتی تھی اور اس کے سگے بھائی گاؤں سے کچھ دور نجی انگریزی میڈیم والے اسکول میں جاتے تھے۔اس بات سے وہ اکثر چڑ جاتی تھی اور تب اس کے والد اور اس کے بھائی اسے سمجھاتے تھے کہ لڑکی ہونے کی وجہ سے اس کا گاؤں سے دور انگریزی کی مخلوط تعلیم (co-education) والے اسکول جانا مناسب نہیں تھا۔ بارہویں درجہ کے بعد پڑوس کے گاؤں میں ایک ہم عمر لڑکے کے ساتھ گیتا کی شادی کر دی گئی، جو خود پڑھ رہا تھا۔

کچھ سال بعد گیتا کے والد کی موت ہو گئی اور اس کے بھائیوں نے آپس میں اپنے والد کی املاک کا بٹوارہ کر لیا۔اس میں سے کچھ بھی گیتا کو دینے کی ضرورت محسوس نہیں کی۔ گیتا کے سسرال والوں کی معاشی حالت کمزور تھی۔ وہ بھی آگے پڑھنا چاہتی تھی اور اسے لگا کہ اگر والد کی املاک میں سے اسے بھی کچھ مل جاتا تو وہ بھی آگے پڑھ سکتی تھی۔ جب اس نے اپنے بھائیوں کے سامنے اپنا یہ خیال ظاہر کیا تو وہ ایک دم سے بگڑ گئے اور بولے کہ پتا جی نے تمہاری شادی میں پچاس ہزار روپے خرچ کئے تھے تو تمہیں اب آگے اور کیا چاہئے۔

اس بات سے گیتا بھی تنگ گئی اور بولی، لیکن آپ دونوں نے تو بارہ لاکھ کی زمین کا پیسہ آپس میں بانٹ لیا تو کیا مجھے اس میں سے کچھ نہیں ملنا چاہئے؟ جیسے تم ان کے بیٹے ہو، میں بھی تو اسی طرح ان کی بیٹی ہوں۔

آپ کی سمجھ میں کون صحیح ہے؟ گیتا یا اس کے بھائی؟ آپس میں مذاکرہ کیجئے۔

گیتا نے اپنے بھائیوں سے کہا کہ اگر آپ میرا حصہ نہیں دیں گے تو میں اس بات کو گرام کچہری میں لے جاؤں گی۔ تینوں بھائیوں نے کہا، جو کرنا ہے، کرو۔ لیکن تم کو حصہ نہیں دیا جائے گا۔ گیتا اس معاملے کو گرام کچہری میں لے گئی۔ گرام کچہری کے منصف نے بھی اس کے بھائیوں کا ہی ساتھ دیا۔ کچہری نے کہا کہ اس گاؤں میں آج تک اس طرح کا کوئی واقعہ پیش نہیں آیا، جہاں بیٹیوں کو پشتینی جائیداد میں حصہ ملا ہو، نہ ہی اس گاؤں کی ایسی روایت ہے۔ اس لئے پشتینی جائیداد پر صرف تمہارے بھائیوں کا ہی حق ہے۔

کیا آپ گرام کچہری کے فیصلے سے متفق ہیں؟

کچہری نے جو فیصلہ سنایا، اس سے گیتا مطمئن نہیں تھی۔ اسے لگ رہا تھا کہ گرام کچہری نے میرے ساتھ ناانصافی کی ہے۔ اس لئے اس نے ہار نہیں مانی اور آخر میں عدالت کا دروازہ کھٹکھٹایا۔ عدالت میں جج نے جو فیصلہ سنایا، وہ پوری طرح گیتا کے حق میں تھا۔ انہوں نے فیصلے میں کہا کہ ہندو وراثت ایکٹ کے تحت باپ کی جائیداد میں بیٹا ہو یا بیٹی، سبھی برابر کے حق دار ہیں۔ اس لئے گیتا کے بھائیوں کو اپنی

پشتینی جائیداد کا بٹوارہ چار حصوں میں کرنا ہوگا۔ آخر کار گیتا کو حصے میں تین لاکھ روپے ملے۔
عدالت کے اس فیصلے سے گیتا کافی خوش ہوئی۔ خوش ہو بھی کیوں نا، اسے انصاف جو ملا تھا۔

1۔ عدالت نے گیتا کے حق میں کیا فیصلہ سنایا اور کیوں؟
2۔ اس کہانی کو پڑھنے کے بعد انصاف کے بارے میں آپ کی کیا سمجھ بنتی ہے؟ اس پر اپنی ٹیچر کے ساتھ گفتگو کیجئے۔

ماتحت عدالتوں کو کئی الگ الگ ناموں سے مخاطب کیا جاتا ہے۔ انہیں ٹرائل کورٹ یا ڈسٹرکٹ کورٹ، ایڈیشنل شیسنس جج، شیسنس جوڈیشیل مجسٹریٹ، سیول جج کورٹ وغیرہ ناموں سے پکارا جاتا ہے۔
ہائی کورٹ کا قیام سب سے پہلے 1862 میں کلکتہ، ممبئی اور چنئی میں کیا گیا۔ یہ تینوں پریسیڈنسی شہر تھے۔ دہلی ہائی کورٹ کا قیام 1966 میں ہوا۔ آج پورے ملک میں 21 ہائی کورٹ ہیں۔ بہت ساری ریاستوں کے اپنے ہائی کورٹ ہیں، جب کہ پنجاب اور ہریانہ کی ایک مشترکہ عدالت ہے، جو چنڈی گڑھ میں واقع ہے۔ دوسری طرف ساتوں شمال مشرقی ریاستوں کے لئے گوہاٹی میں ایک ہی ہائی کورٹ رکھا گیا ہے۔ زیادہ سے زیادہ لوگوں کے نزدیک پہنچنے کے لئے کچھ ہائی کورٹوں کی ریاست کے دوسرے حصوں میں بھی شاخیں ہیں۔

عدلیہ کا رول

جیسا کہ آپ لوگ جانتے ہیں کہ سرکار تین حصوں کی مدد سے کام کرتی ہے۔ یہ تین حصے ہیں— قانون سازیہ، انتظامیہ اور عدلیہ۔ پچھلے ابواب میں آپ لوگ قانون سازیہ اور انتظامیہ کے بارے میں پڑھ چکے ہیں۔ آپ نے پڑھا تھا کہ قانون سازیہ قانون بناتی ہے اور انتظامیہ اس قانون کو نافذ کرتا ہے۔

اگر مرکز اور ریاستی حکومت کے بیچ، دو ریاستوں کے بیچ، دو شہریوں کے بیچ یا حکومت اور سماج میں رہنے والے افراد کے بیچ کسی قسم کا تنازعہ ہوتا ہے، تو اسے سلجھانے کے لئے ایک ادارہ کی ضرورت پڑتی ہے، جو بغیر کسی جانبداری یا دباؤ میں آئے اپنا کام کرے۔ ایسے عدالتی نظام کو عدلیہ کہتے ہیں۔

حکومت کا یہ تیسرا حصہ عدلیہ ایک شہری کے حقوق اور اس کی آزادی کا تحفظ کرتی ہے۔ یہ انصاف کرتی ہے اور

تنازعوں کو آئین میں درج قوانین کے تحت سلجھاتی ہے۔ اگر قانون سازیہ کے ذریعہ بنایا گیا کوئی قانون آئین کی خلاف ورزی کرتا ہے، تو عدلیہ اس قانون کو منسوخ کرسکتی ہے کیوں کہ آئین کی تشریح کا اختیار خاص طور سے عدلیہ کے پاس ہی ہوتا ہے۔

اپنے ٹیچر کی مدد سے اس چارٹ میں دی گئی خالی جگہوں کو بھریئے

تنازعہ کے اقسام	مثال
مرکز اور ریاستی حکومت کے بیچ تنازعہ	
دوریاستوں کے بیچ تنازعہ	
دوشہریوں کے بیچ تنازعہ	

آزاد عدلیہ— کسی بھی حالت میں منصفانہ فیصلہ ہونے کے لئے یہ ضروری ہے کہ عدلیہ اپنا فیصلہ کسی بھی فریق کے دباو یا خوف میں آئے بغیر سنا سکے۔ تصور کیجئے، اگر حکومت کا کوئی وزیر کوئی جرم کرتا ہے اور اس کا معاملہ عدالت میں جاتا ہے۔ عدالت کا جج اس وزیر یا حکومت کے دباو میں آکر اسے بری کر دیتا ہے، تب یہ کہا جاسکتا ہے کہ عدلیہ آزاد نہیں ہے اور وہ طاقتور لوگوں سے متاثر ہے۔ لیکن ہمارے ملک کی عدلیہ کو پوری طرح سے آزاد اس لئے رکھا گیا ہے تاکہ وہ غیر جانبدار طریقے سے بغیر کسی دباو میں آئے اپنا کام کر سکے۔

عدلیہ کو آزاد رکھنے کے لئے دو طریقے اپنائے گئے ہیں۔

پہلا طریقہ ہے— طاقتوں کا بٹوارہ، جس کا مطلب ہے کہ قانون سازیہ اور انتظامیہ جیسی ریاست کی شاخیں عدلیہ کے کام میں دخل نہیں دے سکتیں۔ کوئی بھی عدالت حکومت کے ماتحت نہیں ہوتی اور نہ ہی حکومت کی نمائندگی کرتی ہے۔

دوسرا طریقہ ہے— ہائی کورٹ اور سپریم کورٹ میں ججوں کی تقرری کے عمل میں حکومت کی سیدھی مداخلت نہیں ہوتی۔

انصاف کے مقصد سے عدلیہ کو آزاد بنایا گیا ہے۔ کئی بار دیکھا جاتا ہے کہ کچھ طاقتور لوگ اپنے پیسے اور پہنچ کا استعمال کرکے عدالتی عمل کا بے جا استعمال کرنے کی کوشش کرتے ہیں۔ کئی بار کچھ جج بھی پیسے و ترقی کے لالچ میں پھنس کر غلط فیصلے دیتے ہیں، جس سے لوگوں کو مناسب انصاف نہیں مل پاتا۔ اس طرح کے غلط کاموں سے عدلیہ کی آزادی کو گہرا دھکا لگتا ہے۔

ایسے معاملے سامنے آنے پر لوگوں کا عدلیہ کے تئیں بھروسہ بھی کمزور ہو جاتا ہے۔ اس طرح کے مسائل کی وجہ سے ہندوستان کے عدالتی عمل میں اصلاح کی کئی کوششیں کی جارہی ہیں، تاکہ عدلیہ کی آزادی اور لوگوں کا اس پر بھروسہ قائم رہے۔

1۔ عدلیہ کی آزادی کو قائم رکھنے کے لئے کیا کیا کیا گیا؟
2۔ عدلیہ کی آزادی میں کس کس طرح کی رکاوٹیں آتی ہیں؟

ہندوستان میں عدلیہ کا ڈھانچہ

ہمارے ملک میں عدلیہ کا ڈھانچہ پیرامڈ کی طرح ہے۔ یہ تین سطحوں پر کام کرتا ہے۔ سب سے نیچے ضلع و ماتحت عدالت (ڈسٹرکٹ اینڈ سب آرڈینیٹ کورٹ)، پھر ہائی کورٹ (عدالت عالیہ) اور سب سے اوپر سپریم کورٹ (عدالت عظمیٰ) ہوتی ہے۔ ضلع و ماتحت عدالت (ڈسٹرکٹ اینڈ سب آرڈینیٹ کورٹ) عام طور پر ضلع ہیڈکوارٹر میں ہوتی ہے۔ جیسے آپ سیوان ضلع کے ہیں تو آپ کا ڈسٹرکٹ کورٹ سیوان میں ہوگا۔ اسی طرح سے اگر آپ کا کوئی دوست یا رشتہ دار گیا ضلع کا ہے تو اس ضلع کا ڈسٹرکٹ کورٹ گیا میں ہوگا۔ متعلقہ ضلع میں ہی آپ کے جھگڑے کو سلجھایا جائے گا۔ ان عدالتوں کا لوگوں سے سب سے زیادہ تعلق ہوتا ہے اور یہ بہت طرح کے معاملوں کی شنوائی کرتا ہے۔

ہر ایک ریاست کئی ضلعوں میں تقسیم ہوتی ہے اور ہر ضلع میں ڈسٹرکٹ کورٹ ہوتا ہے۔ ہر ایک ریاست میں ہائی کورٹ ہوتا ہے جو اپنی ریاست کی سب سے اونچی عدالت ہوتا ہے۔ ہم بہار کے باشندہ ہیں تو ہماری ریاست کا ہائی کورٹ اس کی راجدھانی پٹنہ میں ہے۔ سب سے اوپر سپریم کورٹ ہوتا ہے جو ہمارے ملک کی سب سے بڑی عدالت ہے۔ یہ ہمارے ملک کی راجدھانی نئی دہلی میں واقع ہے۔

سپریم کورٹ کے فیصلے باقی عدالتوں کو ماننے پڑتے ہیں۔ نیچے کی عدالتیں اپنے اوپر کی عدالت کی دیکھ ریکھ میں کام کرتی ہیں۔ یہ تمام عدالتیں ایک دوسرے سے جڑی ہوتی ہیں۔ اس کا مطلب یہ ہوا کہ اوپری عدالت کے ذریعہ لیا گیا فیصلہ نیچے کی تمام عدالتوں کو ماننا پڑتا ہے۔ اس کی اپیل کا ضابطہ ایک خصوصی درجہ رکھتا ہے۔

کیا آپ کے ساتھ کبھی ایسا ہوا ہے کہ آپ اپنا کوئی مسئلہ لے کر اپنی ٹیچر کے پاس گئے اور جب ان کے فیصلے سے مطمئن نہ ہوئے تو آپ یا آپ کے والدین ہیڈ ماسٹر / ہیڈ مسٹریس کے پاس گئے؟ ایسے ضابطے کو ہی اپیل کہتے ہیں۔ اگر کسی

کیا یہ شخص ٹھیک سوچ رہا ہے؟ کئی بار عدالتی عمل میں بہت وقت لگتا ہے۔ تو اس کا مطلب یہ ہوا کہ عام انسان کو کورٹ کچہری سے دور رہنا چاہیے؟

سپریم کورٹ، نئی دہلی

شخص کو لگتا ہے کہ نچلی عدالت میں کیا گیا فیصلہ صحیح نہیں ہے تو وہ اس کے خلاف اوپری عدالت میں اپیل کر سکتا ہے۔ ایسی صورت حال میں اوپری عدالت کا فیصلہ ہی نچلی عدالتوں کو ماننا پڑتا ہے۔

عام انسان کی انصاف تک پہنچ

ویسے تو ہندوستان کے تمام شہری عدالتوں میں انصاف کے لئے جاتے ہیں کیوں کہ عدالتی نظام شہریوں کے بیچ بھید بھاو نہیں کرتا۔ لیکن یہ بات سچ ہے کہ غریب انسان کے لئے یہ کر پانا اتنا آسان نہیں ہے۔ قانونی عمل میں کافی پیسہ اور وقت لگتا ہے اور اوپر سے کاغذی کارروائی کی بھی ضرورت پڑتی ہے۔ یہ کام وکیلوں کا ہوتا ہے۔ اس عمل کو سبھی لوگوں کے لئے سمجھ پانا مشکل ہوتا ہے۔ کورٹ کچہری کے کام کرنے کے اپنے طریقے ہوتے ہیں جس میں وقت لگتا ہے۔ یہ اس لئے ہوتا ہے کہ جلد بازی میں کسی کے ساتھ نا انصافی نہ ہو جائے۔ لیکن اس کا اثر کئی بار الٹا ہو سکتا ہے۔ کئی بار کئی کیس سالوں سال کھنچتے ہیں اور لوگوں کے لئے اپنا کام دھندا چھوڑ کر پابندی سے کورٹ کچہری جانا مشکل ہو جاتا ہے۔ یہ مسئلہ تو سبھی کے لئے ہے لیکن غریب لوگوں کے لئے یہ مسئلہ کئی گنا بڑھ جاتا ہے۔

انصاف کو سبھی لوگوں تک جلدی پہنچانے کے لئے انصاف کے عمل میں اصلاح کی کئی نئی کوششیں کی جا رہی ہیں۔ ایسی کوششوں میں سبھی طرح کی عدالتوں میں ججوں کی تقرری، غریب لوگوں کے لئے مفت یا کم پیسوں میں قانونی امداد کا نظم اور

عوامی مفاد سے متعلق عرضی شامل ہیں۔ کئی دقتوں کے باوجود ہمیں یہ ماننا پڑے گا کہ ہندوستان میں عدالتی نظام کو عدلیہ کے بغیر چلانے کا تصور بھی محال ہے۔ اس کے سامنے سبھی برابر ہیں اور یہ اس بات کو یقینی بناتا ہے کہ امیر یا طاقتور انسان اپنی دولت یا رعب کی وجہ سے دوسرے غریب یا پچھڑے ہوئے لوگوں کے ساتھ ناانصافی نہ کرسکیں۔

مشق کے سوالات

1۔ کیا آپ کو ایسا لگتا ہے کہ اس طرح کے نئے عدالتی نظام میں ایک عام شہری کسی بھی طاقتور یا امیر شخص کے خلاف مقدمہ جیت سکتا ہے؟ وجہ کے ساتھ سمجھائیے۔

2۔ ہمیں عدلیہ کی ضرورت کیوں ہے؟

3۔ نچلی عدالتوں سے اوپری عدالت تک ہماری عدلیہ کا ڈھانچہ ایک پیرامڈ جیسا ہے۔ عدلیہ کے ڈھانچہ کو پڑھنے کے بعد اس کی ایک تصویر بنائیے۔

4۔ ہندوستان میں عدلیہ کو آزاد بنانے کے لئے کیا کیا اقدام اٹھائے گئے؟

5۔ آپ کے خیال میں ہندوستان میں انصاف حاصل کرنے کی راہ میں سب سے بڑی رکاوٹ کون سی ہے؟ اسے دور کرنے کے لئے کیا کرنا چاہئے؟

6۔ اگر ہندوستان میں عدلیہ آزاد نہ ہو تو شہریوں کو انصاف حاصل کرنے کے لئے کن کن مشکلات کا سامنا کرنا پڑ سکتا ہے؟

باب

6

عدالتی عمل

آپ میں سے شاید ہی کوئی ایسا بچہ ہوگا، جس نے یا تو پولس کا ذکر نہ سنا ہو یا اسے کبھی دیکھا نہ ہو۔ عام انسان کی باتوں میں یا فلموں میں اکثر پولس کا ذکر آتا ہے۔ آپ کے خیال میں پولس کا کیا کیا کام ہوتا ہے؟ کیا پولس والے بہت طاقتور ہوتے ہیں؟

آپ کی سمجھ میں پولس کے کیا کیا کام ہوتے ہیں؟ لکھ کر یا تصویر بنا کر بتایئے۔

آیئے، انصاف کے عمل اور اس میں پولس، وکیل اور جج کے رول کو سمجھنے کی کوشش آگے پیش کیے گئے ایک واقعہ کے توسط سے کرتے ہیں۔

ونو دآج اپنے گھر کی بنیاد ڈالنے کے لئے مزدوروں کے ساتھ اپنی زمین پر آیا۔ ونو دکی زمین اودھیش کے گھر سے سٹی ہوئی تھی۔ جیسے ہی ونود نے مزدوروں سے اپنے نئے گھر کی بنیاد کھودنے کی بات کہی، تب اودھیش وہاں آپہنچے۔ اس نے ونود کو اپنے گھر سے دو فٹ ہٹ کر بنیاد کھودنے کی بات کہی۔ لیکن ونود نہیں مانا۔ اس نے کہا کہ میری زمین تو آپ کے گھر سے سٹی ہوئی ہے اور میری دیوار آپ کے گھر کی دیوار سے سٹی رہے گی۔ اس نے کام شروع کرا دیا۔ اس پر اودھیش بھڑک گئے۔ دونوں

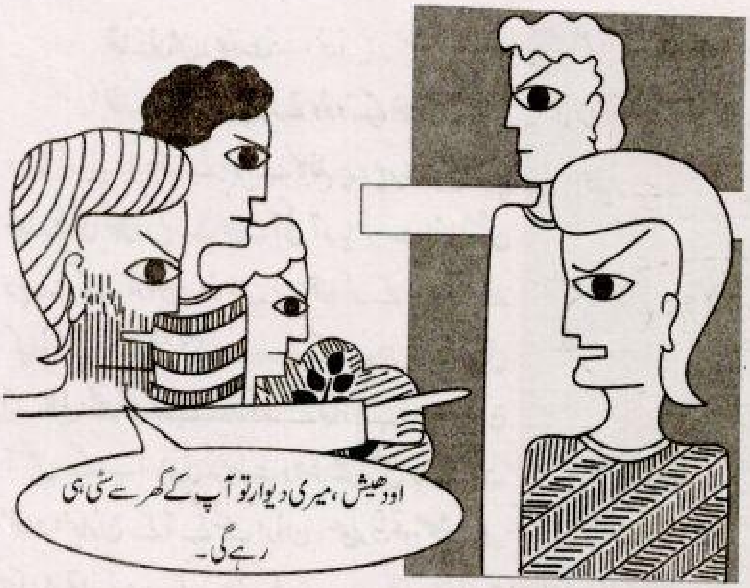

طرف سے لوگ جھگڑنے لگے۔ تب کسی نے کہا، 'بھائی کیوں جھگڑتے ہو؟ کیوں نہیں اپنی بات گرام کچہری میں لے جاتے ہو؟'

گرام کچہری نے زمین کے کاغذات کی بنیاد پر اودھیش کے حق میں فیصلہ سنایا۔

لیکن ونود اس فیصلے کو نہیں مانتا ہے اور اگلے دن جب اودھیش اپنے گھر پر نہیں ہوتے ہیں تو ونود ان کی دیوار سے سٹ کر اپنی دیوار کھڑی کروانا شروع کر دیتا ہے۔ شام کو جب اودھیش اپنے گھر واپس لوٹتے ہیں تو انہیں اس بات کا پتہ چلتا ہے۔ وہ اسی رات کو ونود کی تعمیر شدہ دیوار کو تڑوا دیتے ہیں۔ صبح جب ونود کو معلوم ہوتا ہے، تب لاٹھی ڈنڈے کے ساتھ اودھیش کے یہاں آ جاتا ہے اور اودھیش کی جم کر پٹائی کرتا ہے۔ اس پٹائی میں اودھیش کا ایک ہاتھ بھی ٹوٹ جاتا ہے۔

ان دونوں کی لڑائی کو دیکھ کر پاس پڑوس کے لوگ اکٹھا ہو جاتے ہیں اور بیچ بچاؤ کر کے بات کو آگے بڑھانے سے روکتے ہیں۔ اسی بیچ اس گاؤں کا چوکیدار بھی وہاں آ پہنچا۔ ستیندر اور ارون، جو اودھیش کے پڑوسی تھے، انہیں نزدیک کے اسپتال کو لے گئے۔ انھوں نے اسپتال میں اودھیش کی جانچ کرا کر ان کے ہاتھ کا پلاسٹر لگوایا اور پھر سب اس معاملے کو درج کرانے تھانے گئے۔

1۔ گرام کچہری نے اپنا فیصلہ اودھیش کے حق میں کیوں سنایا؟ چرچا کیجیے۔

2۔ کیا ونود کو اودھیش کی پٹائی کرنی چاہیے تھی؟

3۔ اگر ونود گرام کچہری کے فیصلے سے مطمئن نہیں تھا تو اسے کیا کرنا چاہیے تھا؟

تھانے میں رپورٹ

تھانے میں ارون نے ونود کے خلاف معاملہ درج کرایا۔ داروغہ نے سادے کاغذ پر رپورٹ لکھی۔ یہ معاملے کی پہلی رپورٹ ایف آئی آر یا فرسٹ انفارمیشن رپورٹ تھی۔ ارون نے اس پر دستخط کرکے داروغہ سے کہا، 'آپ رجسٹر میں رپورٹ درج کیجئے اور اس رپورٹ کی ایک کاپی مجھے بھی دیجئے۔' داروغہ نے کہا، 'جب تھانہ انچارج آئیں گے تب آپ کی رپورٹ رجسٹر میں لکھی جائے گی۔' تھانہ انچارج کے آنے تک ارون، ستیندر، اودھیش اور چوکیدار تھانے پر رکے رہے۔ کچھ ہی دیر بعد تھانہ انچارج بھی آگئے۔ ان سے ارون نے رجسٹر میں رپورٹ درج کرائی۔

درج فہرست ذات، قبائل، فلاحی تھانہ

اودھیش نے اپنا معاملہ ایک عام تھانے میں درج کرایا لیکن ہر ایک ضلع میں ایک مخصوص تھانہ بھی ہوتا ہے جہاں درج فہرست ذات اور درج فہرست قبائل سے تعلق رکھنے والے لوگ اپنے خلاف ہوئے ظلم یا جرم کے خلاف معاملہ درج کراسکتے ہیں کیوں کہ ان کے خلاف کیا گیا جرم ایک خاص قسم کا جرم مانا جاتا ہے۔

ایف آئی آر

تھانہ میں ایف آئی آر کوئی بھی درج کراسکتا ہے۔ اگر متاثرہ شخص پڑھا لکھا ہو تو وہ خود سے لکھ کر اور دستخط کرکے ایف آئی آر کرسکتا ہے۔ بصورت دیگر زبانی بتانے پر داروغہ لکھ لیتا ہے اور پڑھ کر سناتا ہے اور جانکاری دینے والے سے دستخط کراتا ہے۔ ایف آئی آر میں جرم کی تفصیل، مجرم کا نام، جگہ کا نام اور جرم کا وقت ہونا ضروری ہے۔ گواہوں کے نام بھی ایف آئی آر میں ہونے چاہئیں۔ جانکاری دینے والے کو ایف آئی آر کی ایک کاپی مفت ملتی ہے۔ اگر کوئی تھانیدار ایف آئی آر درج کرنے سے انکار کرتا ہے تو ڈاک اور انٹرنیٹ کے توسط سے بھی پولس افسر اور مجسٹریٹ کو ایف آئی آر بھیجی جاسکتی ہے۔ ایف آئی آر اسی تھانہ حلقہ میں درج کرائی جاتی ہے، جس تھانہ حلقہ میں واقعہ پیش آیا ہو۔

اودھیش جانے کو تیار ہوا، لیکن ارون نے اسے روک کر تھانہ انچارج سے ایف آئی آر کی ایک کاپی مانگی۔ ارون کو پتہ تھا کہ ایف آئی آر کرانے والے کو ایف آئی آر کی ایک کاپی ملتی ہے۔ اس نے ایف آئی آر کی ایک کاپی لی اور پھر سب اپنے گھر کے لئے نکل پڑے۔

1۔ تھانے میں رپورٹ لکھوانا کیوں ضروری ہے؟

2۔ اگر آپ کے گھر میں چوری ہو جائے تو آپ کیسی رپورٹ لکھوائیں گے؟ تفصیل لکھئے۔

3۔ ایف آئی آر کی کاپی کیوں ضروری ہے؟

4۔ اگر کوئی تھانیدار آپ کی ایف آئی آر درج نہ کرے تو آپ کیا کر سکتے ہیں؟

معاملے کی چھان بین

ایف آئی آر کی بنیاد پر تھانہ انچارج نے داروغہ سے معاملے کی چھان بین کرنے کو کہا۔ اسی دن داروغہ اودھیش کے گھر پہنچا۔ پہلے تو اس نے اودھیش کی چوٹیں دیکھیں۔ ڈاکٹر کے نسخہ سے پتہ چلا کہ چوٹیں کافی سنگین ہیں۔ اس نے اودھیش کے پڑوسی سے پوچھ تاچھ کی۔ پڑوسیوں نے مار پیٹ کی تفصیل بتائی۔ داروغہ کو یقین ہو گیا کہ اودھیش کو مار پیٹ سے ہی اتنی چوٹ لگی تھی۔

وہ ونود کے پاس گیا اور اس کو بتایا کہ وہ اسے اودھیش کو سنگین چوٹ پہنچانے کے جرم میں گرفتار کر رہا ہے۔ داروغہ اسے اپنے ساتھ تھانہ لے گیا۔ وہاں اس سے پوچھ تاچھ کی۔ وہ اس بات سے انکار کر گیا کہ اس نے اودھیش کی پٹائی کی ہے۔

گرفتاری

کسی بھی شخص کو گرفتار کرتے وقت اسے یہ بتانا ضروری ہے کہ اسے کس جرم کے لئے گرفتار کیا جا رہا ہے۔ اگر اسے یہ نہیں بتایا جاتا ہے تو اس کو یہ حق ہے کہ وہ اپنی گرفتاری کا سبب پوچھے۔ بغیر جرم بتائے کسی کو گرفتار کرنا غلط ہے۔ کسی بھی شخص کی گرفتاری کے 24 گھنٹے کے اندر اسے مجسٹریٹ کے سامنے پیش کرنا ضروری ہے۔

قانون کے مطابق، پولس تھانے میں کسی پر بھی اپنا جرم قبول کرنے کی زبردستی نہیں کی جا سکتی ہے۔ اس میں سمن اور

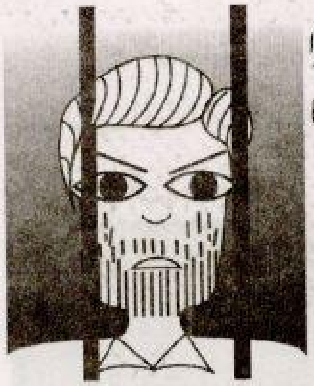

وارنٹ ضروری ہے۔ اگر تھانے میں کوئی اپنا جرم قبول کر بھی لے تو اس کی بنیاد پر اسے سزا نہیں ہو سکتی۔ سزا تب ہوگی، جب وہ مجسٹریٹ کے سامنے اپنا جرم قبول کرے گا۔ پولس کا کام تو صرف معاملے کی چھان بین کر کے عدالت میں ثبوت پیش کرنا ہے۔

1۔ ایف آئی آر کی شکایت کے معاملے میں پولس چھان بین سے کیا پتہ لگانے کی کوشش کرتی ہے؟

2۔ معاملے کی چھان بین کے لئے پولس کو مار پیٹ کا استعمال کیوں نہیں کرنا چاہئے؟

3۔ کسی بھی ملزم کے ذریعہ تھانے میں اپنا جرم قبول کرنے پر اسے وہیں پر ہی سزا کیوں نہیں سنائی جا سکتی؟

4۔ کیا چھان بین کے عمل کو کوئی شخص متاثر کر سکتا ہے؟ کیسے؟ آپس میں چرچا کیجئے۔

ضمانت

تھانہ انچارج نے ونود کو حوالات میں بند کر دیا۔ اس نے تھانیدار سے بہت کہا کہ اسے چھوڑ دیا جائے۔ تھانیدار نے ونود کو بتایا چوں کہ تمہارا جرم ضمانت کے لائق ہے، تمہیں کسی کی ضمانت پر چھوڑا جا سکتا ہے۔ کوئی شخص، جس کے پاس زمین جائیداد ہے، تمہاری ضمانت لے سکتا ہے۔ وہ اسے سمجھاتا ہے، اگر وہ تمہاری ضمانت لے تو تمہیں گھر جانے دیا جا سکتا ہے۔ اگر تمہارے پاس بھی کچھ زمین جائیداد ہے تو تم بھی بانڈ بھر سکتے ہو۔ تمہیں جب بھی تھانہ یا کچہری بلایا جائے گا، تو تمہیں آنا پڑے گا نہیں تو وہ جائیداد ضبط کر لی جائے گی۔

ونود نے بتایا کہ اس کے پاس پانچ ایکڑ زمین ہے۔ پھر اس نے اپنے لئے بانڈ بھر دیا۔ تھانیدار نے اسے یہ بھی بتایا کہ کل تمہیں پیشی کے لئے عدالت آنا پڑے گا۔ تم چاہو تو اپنے بچاو کے لئے وکیل رکھ سکتے ہو۔

غیر ضمانتی جرم

ونود تو ضمانت پر چھوٹ گیا لیکن سبھی جرم ضمانتی نہیں ہوتے۔ چوری، ڈکیتی، قتل، رشوت وغیرہ قسم کے جرائم میں گرفتار

لوگوں کو ضمانت پر چھوٹنے کا حق نہیں ہے۔ ایسے غیر ضمانتی جرموں میں بھی مجسٹریٹ کو ضمانت کی عرضی دی جاسکتی ہے۔ یہ مجسٹریٹ کے اوپر ہے کہ ضمانت منظور کرے یا خارج کردے۔

1۔ ضمانت کی تجویز کیوں رکھی گئی ہے؟

2۔ اس کہانی میں ونود کا جرم ضمانتی ہے یا غیر ضمانتی؟

3۔ چوری، ڈکیتی، قتل جیسے جرموں کو غیر ضمانتی کیوں مانا گیا ہے؟

پہلی پیشی

اگلے دن فرسٹ کلاس مجسٹریٹ کی کچہری میں پیشی ہونے والی تھی۔ یہ کچہری آرہ میں تھی۔ کچہری کے آس پاس کافی لوگ تھے۔ ان میں شامل تھے کالے کوٹ پہنے ہوئے وکلاء، کئی ملزمین (یعنی وہ لوگ جن کے خلاف کسی جرم کی شکایت درج تھی) اور دوسرے معاملوں کی پیشی کے لئے آئے ہوئے کئی لوگ۔ ونود، اودھیش، ارون، ونود کا بیٹا، تھانہ انچارج اور داروغہ بھی وہاں تھے۔ ونود نے اپنا وکیل مقرر کرلیا تھا۔ پولس کی طرف سے سرکاری وکیل مقدمہ لڑ رہا تھا۔ کچھ ہی دیر میں ونود کی پیشی کی پکار ہوئی۔

فرسٹ کلاس مجسٹریٹ کے سامنے یہ اس مقدمے کی پہلی پیشی تھی۔ تھانیدار نے ونود کے وکیل کو ایف آئی آر اور پولس رپورٹ کی ایک کاپی دے دی تھی تاکہ اسے یہ پتہ رہے کہ ونود پر کیا الزام لگائے گئے ہیں۔ یہ بھی پتہ ہو کہ اس کے خلاف کیا جانکاری اکٹھا کی گئی ہے۔ ان تمام باتوں کو جاننے کے بعد ہی ونود کا وکیل اس کا بچاؤ کرسکتا تھا۔ سرکاری وکیل نے ونود پر اودھیش کو سنگین چوٹ پہنچانے کا الزام لگایا۔ ونود نے الزام قبول نہیں کیا۔ مجسٹریٹ نے 25 دن بعد اگلی پیشی کی تاریخ دی۔

گواہ اور پیشی

ونود نے اپنے حق میں کچھ دوستوں کے نام گواہوں میں دئے تھے۔ اودھیش نے جو معاملہ تھانے میں درج کرایا تھا، اس میں بھی کچھ لوگوں کے نام گواہ کی حیثیت سے لکھوائے تھے۔ داروغہ نے چھان بین کے وقت اودھیش کے دو پڑوسیوں کے نام لکھ لئے تھے۔ ان سب کو مجسٹریٹ سے حکم ملا کہ انہیں مجسٹریٹ کی عدالت میں گواہی دینے کے لئے موجود رہنا ہے۔

25 دن بعد جب دوسری پیشی کی تاریخ آئی تب سب آرہ کی کچہری پہنچے۔ پہلے سرکاری طرف سے ایک گواہ کو بلایا

معاملہ آخر کار کورٹ میں پہنچا، جہاں جج نے دونوں فریقین کی بات سن کر اپنا فیصلہ سنایا۔

گیا۔ اس نے اس دن کی تمام باتیں بتائیں۔ پھر دونوں طرف کے وکیلوں نے اس سے پوچھ تاچھ کی۔ ایسے دو گواہوں کی گواہی کے بعد پیشی کی تاریخ دے دی۔

اس طرح ہر پیشی میں ایک یا دو گواہوں کے بیان لئے جاتے اور پھر اگلی پیشی کی تاریخ مل جاتی۔ اس طرح پیشیاں چلتی رہیں۔ ونود کو ہر پیشی پر اپنے وکیل کو فیس دینی پڑتی۔ قریب ایک سال تک پیشیاں چلتی رہیں۔ پھر مجسٹریٹ نے فیصلہ سنایا کہ ونود اودھیش کی سنگین پٹائی کرنے کا مجرم ہے۔ اس لئے اسے چار سال کی سزا ہوگی۔

1۔ ملزم کو چارج شیٹ کی کاپی ملنا کیوں ضروری ہے؟
2۔ کسی بھی معاملے میں دونوں فریقین کے وکیل کا ہونا کیوں ضروری ہے؟
3۔ کسی بھی مقدمہ میں گواہوں کو پیش کرنا اور ان سے پوچھ تاچھ کرنا کیوں ضروری ہے؟
4۔ پولس اور مجسٹریٹ کے کام میں کیا فرق ہے؟

سیشن کورٹ میں اپیل

ونود فیصلے سے مطمئن نہیں تھا۔ ونود کے وکیل نے بتایا کہ سیشن کورٹ میں اپیل کی جاسکتی ہے۔ سیشن جج مجسٹریٹ سے اوپر ہوتے ہیں اور مجسٹریٹ کا فیصلہ بدل سکتے ہیں۔ ہوسکتا ہے، سیشن جج تمہیں مجرم نہ ٹھرائیں یا سزا کم کر دیں۔ ونود کے وکیل نے سیشن کورٹ میں اپیل کر دی۔ اس کے سبب سیشن جج نے ونود کی سزا ملتوی کر دی۔ اسے فوراً جیل نہیں جانا پڑا۔ پھر سیشن کورٹ میں مقدمہ چلتا رہا۔ ونود اور اس کے گواہوں کو ایک بار پھر بلایا گیا اور ایک بار پھر اودھیش اور اس کے گواہوں کو دو سال بعد سیشن جج نے اپنا فیصلہ سنا دیا۔ اس نے ونود کی سزا چار سال سے تین سال کر دی۔

ہائی کورٹ (عدالت عالیہ)

سیشنس جج کا فیصلہ سن کر ونود مایوس ہو گیا۔ اس نے اپنے وکیل سے پوچھا، 'کیا یہ فیصلہ بدلا جا سکتا ہے؟' وکیل نے بتایا کہ تمام ریاستوں میں ایک ہائی کورٹ (عدالت عالیہ) ہوتا ہے۔ وہ اس ریاست کی سب سے بڑی کچہری ہوتی ہے۔ کسی بھی مقدمے کے فیصلے ریاست کے ہائی کورٹ میں بدلے جا سکتے ہیں۔ ہائی کورٹ میں ملزم یا گواہ نہیں بلائے جاتے۔ وہاں پر تو صرف جانکاری کی فائل کی بنیاد پر ہی فیصلہ ہوتا ہے۔ ہماری ریاست کا ہائی کورٹ پٹنہ میں ہے۔ تم چاہو تو اپیل کر سکتے ہو۔ ہو سکتا ہے، سزا اور کم ہو جائے۔ ونود نے وکیل کو اور فیس دے کر ہائی کورٹ میں اپیل کی۔ ہائی کورٹ نے اپیل درج کر لی اور کچھ دنوں بعد فیصلہ دیا۔ لیکن ونود ہائی کورٹ میں مقدمہ ہار گیا۔ اسے وہی سزا کاٹنی پڑی، جو سیشنس جج نے دی تھی۔ آخر میں ونود کو جیل جانا پڑا۔

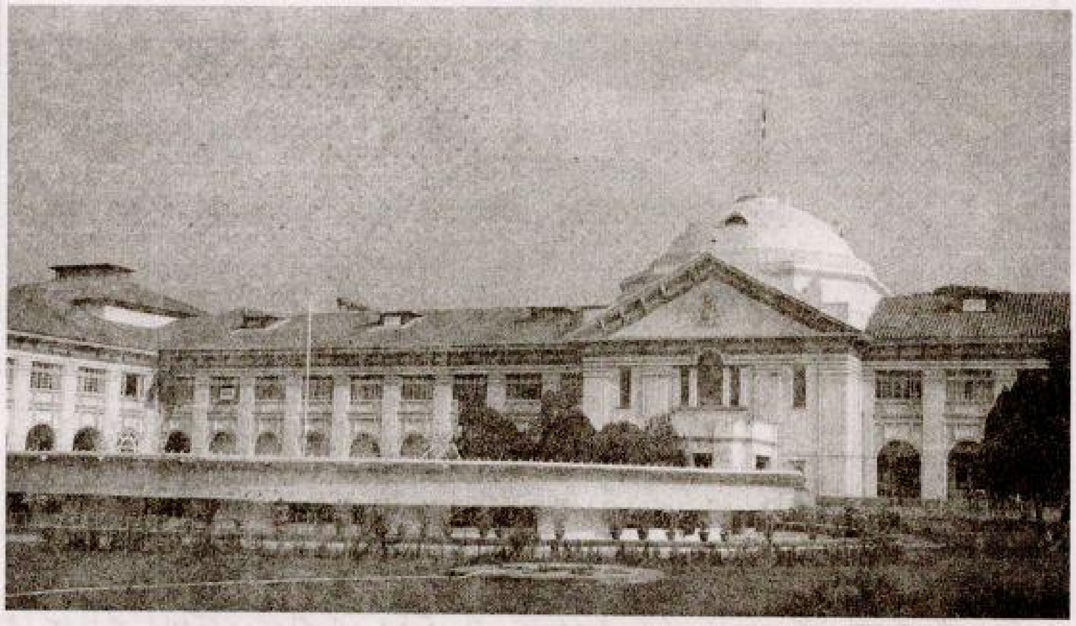

ہائی کورٹ، پٹنہ

1۔اپیل کی تجویز کا کیا مقصد ہے؟
2۔اوپر کی عدالتوں کے ذریعہ اپیل کے معاملے میں دیئے گئے فیصلے نیچے کی عدالت کو کیوں ماننے پڑتے ہیں؟
3۔کئی مقدمے کئی سال تک کیوں چلتے ہیں؟ایسا کیوں ہوتا ہے؟

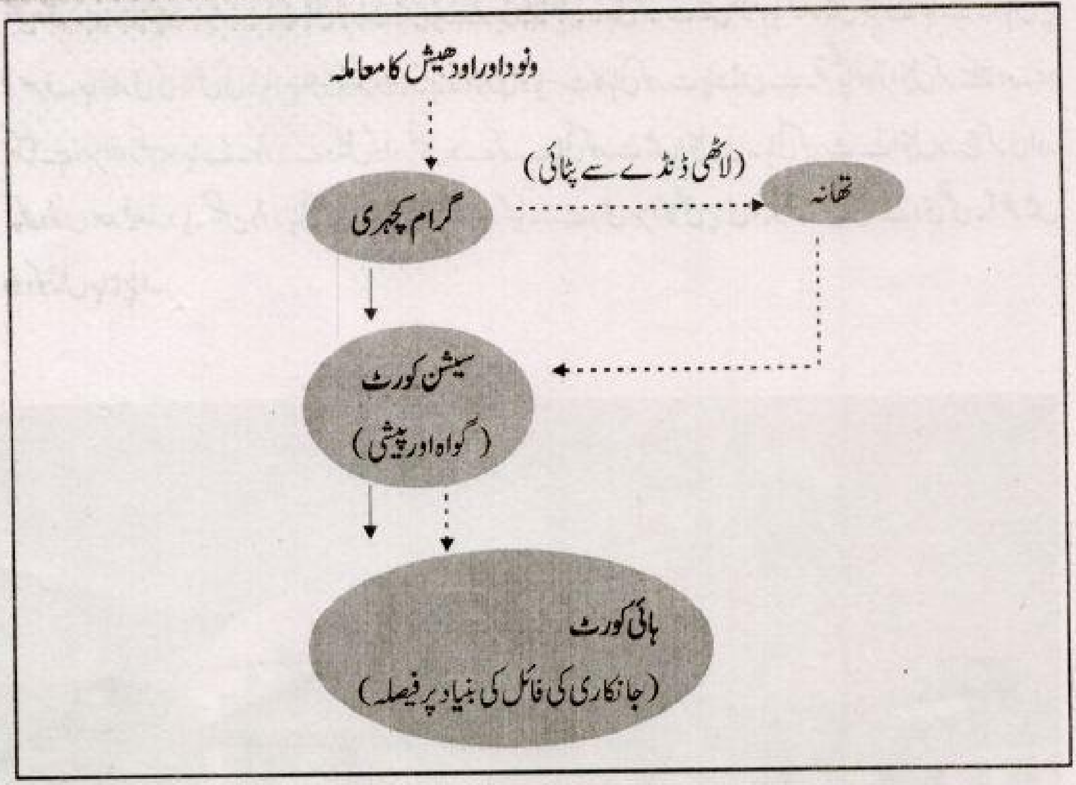

دیوانی اور فوجداری معاملے

ونود بہت دکھی تھا۔اس نے اپنے وکیل سے کہا،'اتنے سال میں جیل میں رہوں گا تو میرے خاندان کی دیکھ بھال کون کرے گا؟ کیا ایسا نہیں ہوسکتا کہ میں اودھیش کو کچھ روپے دے دوں اور بات نبٹ جائے۔وکیل نے بتایا کہ ایسا نہیں ہو سکتا کیوں کہ تم نے اودھیش کے ساتھ مار پیٹ کی تھی۔اس لئے یہ ایک فوجداری معاملہ ہے،یعنی ایسا جرم جس میں سزا دی جا سکتی ہے۔مار پیٹ، چوری، ڈکیتی، ملاوٹ کرنا، رشوت لینا، جہیز لینا، قتل، خطرناک دوائیں بنانا، یہ سب فوجداری معاملے

ہیں۔ ان میں جرم ثابت ہونے پر سزا ضرور ملتی ہے۔ صرف زمین جائیداد کے معاملے میں سزا نہیں ہوتی۔ یہ دیوانی معاملے ہوتے ہیں۔

'دیوانی معاملے کیا ہوتے ہیں؟' ونود نے پوچھا۔

وکیل نے کہا، 'جب بھی کوئی زمین جائیداد کے جھگڑے ہوتے ہیں یا مزدور مالک کے بیچ مزدوری کو لے کر کسی کے بیچ پیسے کے لین دین یا کاروبار کے جھگڑے، کرایہ، طلاق سے متعلق تنازعہ، تو دیوانی معاملے درج کرائے جاتے ہیں۔ جیسے، تمہاری زمین کا جھگڑا اودھیش کے ساتھ تھا تو تم مار پیٹ نہ کرکے کورٹ میں دیوانی مقدمہ کرسکتے تھے۔ کورٹ کے فیصلے کے مطابق جس بھی فریق کا نقصان ہوتا یا جس کی ملکیت پر ناجائز قبضہ کیا جاتا، اسے اس نقصان کا معاوضہ دیا جاسکتا تھا۔'

دیوانی معاملے میں عام طور پر کسی کو گرفتار نہیں کیا جاتا، بلکہ گواہ اور کاغذات کو دیکھ کر فیصلے کئے جاتے ہیں۔ دیوانی معاملوں کو نبٹانے کے لئے جو ضابطے بنائے گئے ہیں، وہ ضابطے فوجداری معاملوں سے الگ ہوتے ہیں، کیوں کہ وہ ایسے جرم نہیں ہوتے جو سماجی نظام میں گڑبڑی پیدا کرتے ہیں، جیسی چوری، ڈکیتی وغیرہ۔

آپ نے دیکھا کہ اودھیش کو انصاف دلانے کا کام ایک مقررہ نظام عدل اور پولس، وکیل اور جج کی وجہ سے ہی ممکن ہو پایا۔ اس عمل میں پولس، وکیل اور جج کا رول اہم ہے۔ جہاں انصاف دلانے کے عمل میں پولس پہلی کڑی تھی، وہیں جج کا فیصلہ ایک آخری کڑی۔

اس باب میں ہم نے ونود اور اودھیش کے بیچ ہونے والے فوجداری معاملے کا تذکرہ کیا۔ ایسے ہی معاملوں کا خاکہ اور ان کے لئے سزا کی تجاویز تعزیرات ہند کی دفعات میں درج ہیں۔ ونود اور اودھیش کا یہ معاملہ تعزیرات ہند کی دفعہ 326 کے تحت آتا ہے۔ ایسا کوئی بھی معاملہ جس سے سماج کے نظم ونسق میں خلل پڑتا ہے، فوجداری معاملہ مانا جاتا ہے۔ فوجداری معاملوں میں پولس میں رپورٹ کیسے کی جائے گی یا پولس کے افسران عدالت میں مقدمہ کیسے دائر کریں گے، یہ تمام نکات کریمنل پروسیجر کوڈ میں درج تجاویز کے تحت طے کئے جاتے ہیں۔

مشق کے سوالات

1۔ اس سبق کو پڑھنے کے بعد کیا آپ کو عدالتی مرحلہ غیر جانبدار لگا؟ اگر ہاں تو ان نکات کی فہرست تیار کیجیے جس سے عدالتی عمل کی غیر جانبداری کا پتہ چلتا ہے۔

2۔ کیا عدالتی عمل کی غیر جانبداری کو متاثر کیا جا سکتا ہے؟ اپنا جواب وجہ کے ساتھ لکھیے۔

3۔ سبق کی بنیاد پر درج ذیل کاموں کے بارے میں چارٹ کو پورا کیجیے۔ آپ یہ بھی بتایئے کہ انصاف دلانے کے معاملے میں سب سے اہم رول کس کا ہے اور کیوں؟

دیوانی پولس

—ابتدائی رپورٹ درج کرنا

....

....

....

وکیل

—اپنے اپنے حق میں ثبوت پیش کرنا اور ان کی جانچ پڑتال کرنا

....

....

....

جج

— مقدمے سننا

....

....

....

4۔ باب میں دی گئی جانکاریوں کی بنیاد پر درج ذیل چارٹ کو بھریے۔

دیوانی معاملے	فوجداری معاملے

5۔ مان لو، آپ ایک ہائی کورٹ میں جج ہوں۔ انصاف دیتے وقت آپ کن کن باتوں کا دھیان رکھیں گے؟

6۔ ہندوستان میں اپنائی جانے والے عدالتی عمل میں کیا کیا کمیاں ہیں؟ ان کمیوں کو دور کرنے کے لئے کیا کیا کرنا چاہیے؟

باب

7 امداد باہمی

یہ تو آپ سبھی کو پتہ ہے کہ ہمیں اپنی اپنی زندگی میں الگ الگ کام کرنے پڑتے ہیں۔ ان میں سے کچھ ایسے کام ہیں، جنہیں ہم اکیلے کر سکتے ہیں یا شاید اکیلے کرنا ہی پسند کرتے ہیں۔ لیکن کام کچھ ایسے بھی ہوتے ہیں جو شاید گروپ میں کر کے زیادہ دلچسپ یا آسان بن جاتے ہیں۔

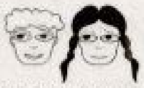

اوپر دی گئی جگہ میں دو ایسے کاموں کو دکھائیں جو آپ (1) اکیلے کرتے ہوں (2) جسے اوروں کے ساتھ مل کر زیادہ آسانی سے کیا جا سکتا ہے۔

اب آپ سوچ رہے ہوں گے کہ یہ تو ٹھیک ہے، لیکن بھلا یہ امداد باہمی کیا چیز ہے۔ آیئے اسے سمجھنے کے لئے ہم مدھوراپور کی کہانی کو پڑھتے ہیں۔

مدھوراپور کی کہانی

ویشالی ضلع کا ایک چھوٹا سا گاؤں ہے، مدھوراپور۔ اس علاقے کے لوگوں کا خاص پیشہ زراعت یعنی کھیتی باڑی ہے۔ یہاں کئی طرح کی فصلیں اگائی جاتی ہیں لیکن ان میں سے کیلے کی کھیتی اہم ہے۔ کیلے کی کھیتی کی اپج بڑھانے کے لئے مویشی کھاد نہ صرف مفید بلکہ لازمی بھی ہوتی ہے۔ اس لئے یہاں لگ بھگ تمام لوگ کھیتی کے ساتھ ساتھ مویشی پروری بھی کرتے ہیں جس کی وجہ کر یہاں کافی مقدار میں دودھ کی پیداوار ہوتی ہے۔ مزے دار بات تو یہ ہے کہ بیشتر گھروں میں مویشی پروری کی وجہ سے یہاں دودھ کی پیداوار اس کی کھپت سے کہیں زیادہ ہوتی ہے۔

کچھ عرصہ قبل تک دودھ کی پیداوار کرنے والے اپنے دودھ کو پاس کے بازار میں یا شہر میں فروخت کرنے کے لئے لے جاتے تھے۔ لیکن گاؤں سے شہر میں دودھ لا کر بیچنا کافی مشکل تھا، کیوں کہ اس میں دودھ کے خراب ہونے کا خطرہ رہتا تھا۔ اس کے علاوہ، دودھ پیدا کرنے والے کچھ لوگ گاؤں میں ہی کسی دوسرے (دودھیا) کو اپنا دودھ کافی کم قیمت پر فروخت کر دیتے تھے۔ یہ بیچ کا آدمی (دودھیا) اسی دودھ کو شہر میں زیادہ قیمت پر فروخت کر دیتا تھا۔

اس بات کو دھیان میں رکھتے ہوئے کہ دودھ پیدا کرنے والے خاندانوں کو اپنے دودھ اور اپنی محنت کا بہت کم دام ملتا تھا، مدھوراپور مہیلا دُگدھ اُتپادک سہیوگ سمیتی نام کی ایک کمیٹی کا قیام کیا گیا۔ یہ کمیٹی ضلع سطح پر ویشالی پاٹلی پتر دُگدھ اُتپادک سہکاری سنگھ لمیٹیڈ، جسے ہم پٹنہ ڈیری کے نام سے بھی جانتے ہیں، کے ساتھ جڑ کر کام کرتی ہے۔

اس طرح کی دودھ پیداواری

امداد باہمی کمیٹی کی تشکیل کردہ دودھ پیدا کرنے والے اراکین یعنی ممبروں کو ان کی پیداوار کو فروخت کرنے اور مناسب قیمت
دلانے میں مدد کرنے کے لئے کی جاتی ہے۔اس کمیٹی کا کارکن بننے سے وہ لوگ اپنا دودھ یہاں آسانی سے فروخت کر سکتے
ہیں اور کمیٹی کو ان کا دودھ لازمی طور پر خریدنا پڑتا ہے۔امداد باہمی کمیٹی کا رکن ہونے کے ناتے یہ ان کا حق بنتا ہے۔

دودھ کی مناسب قیمت نہ ملنے اور فروخت میں ہونے والی دشواری کا مسئلہ صرف کسی ایک خاندان کا نہیں ہے، بلکہ
دودھ پیدا کرنے والے تمام خاندانوں کا ہے۔کوئی بھی اکیلے اس مسئلہ کا حل نہیں تلاش کر سکتا ہے۔اس لئے اس مسئلہ کا حل
تمام لوگوں نے امداد باہمی کمیٹی بنا کر تلاش کیا جو کہ سبھی کے مفادات کا یکساں طور پر خیال رکھتی ہے۔امداد باہمی کمیٹی بننے سے
لوگوں کا دودھیوں پر انحصار بھی ختم ہو گیا۔

فی الوقت مدھوراپور مہیلا دگدھ اتپادک سہیوگ سمیتی میں لگ بھگ 400 اراکین ہیں۔رکن بننے کے لئے ہر ایک
شخص کو 10 روپے کا شیئر لینا ہوتا ہے اور ایک روپے بطور داخلہ فیس ادا کرنا ہوتا ہے۔400 اراکین والے اس ادارہ کو بہتر طور
پر چلانے ے لئے تمام اراکین آپس میں مل کر ایک مجلس عاملہ کی تشکیل کرتے ہیں۔اس میں 13 اراکین ہوتے ہیں۔ان تمام
اراکین کو ایک ووٹ دینے کا اختیار ہوتا ہے۔مجلس عاملہ کی تشکیل کے بعد اس کے اراکین اپنے میں سے ایک صدر کا انتخاب
کرتے ہیں۔

مجلس عاملہ کی نگرانی میں ہی کمیٹی اپنا کام کرتی ہے۔کمیٹی کے اراکین کو جمع کیے گئے شیئر اور رکنیتی فیس کی رقم ابتدائی
پونجی کی شکل میں کام آتی ہے جس سے دودھ کی کوالیٹی جانچ کرنے اور دودھ ناپنے والے آلات نیز دودھ جمع کرنے کے لئے
برتن وغیرہ خریدے جاتے ہیں۔مجلس عاملہ کا اصل کام کمیٹی کے تمام کاموں کو منظم کرنا مثلاً دکان کو وقت پر کھولنا، دودھ کی جانچ کرنا اور اسے پٹنہ ڈیری پہنچانا، وغیرہ ہوتا ہے۔

اس کمیٹی سے جڑنے کے بعد یہاں کے دودھ پیدا کرنے والے خاندانوں اور کسانوں کی معاشی اور سماجی حالت میں لگاتار بہتری نظر آنے لگی ہے۔اب انہیں اپنے دودھ کا طے شدہ گاہک جو مل گیا ہے اور جو انہیں ان کے دودھ کی پوری اور صحیح قیمت دیتا ہے۔دودھ کو فروخت کرنے کے لئے اب انہیں کسی کے پیچھے بھاگنا نہیں پڑتا ہے۔

1۔ مدھوراپور میں مدھوراپور مہیلا دُگدھ اتپادک سہیوگ سمیتی بننے سے پہلے دودھ کو بیچنے اور خریدنے کا کیا نظم تھا؟

2۔ امداد باہمی کمیٹی کو چلانے کے لئے مجلس عاملہ کیوں بنائی جاتی ہے؟

3۔ دودھ پیداواری امداد باہمی کمیٹی بننے کے بعد دودھ پیدا کرنے والے خاندانوں کی زندگی میں کیا کیا تبدیلیاں آئیں؟

4۔ کیا تمہارے آس پاس اس قسم کی کوئی امداد باہمی کمیٹی ہے؟ تفصیل بیان کرو۔

امداد باہمی کی ضرورت کیوں؟

امداد باہمی لفظ دو الفاظ سے مل کر بنا ہے۔'امداد' لفظ 'مدد' کی جمع ہے اور 'باہمی' لفظ 'باہم' سے بنا ہے۔'باہم' کا مطلب ہے، ایک دوسرے کے ساتھ یا ایک دوسرے کے ساتھ مل کر۔اس طرح امداد باہمی کا مطلب ہوا— ایک دوسرے کے ساتھ مل کر ایک دوسرے کی مدد کرنا یا ایک دوسرے کی مدد سے کوئی کام کرنا۔اس میں لوگ اپنے معاشی مفادات کی تکمیل اور ترقی کے لئے، اپنی خواہش سے ایک دوسرے کے ساتھ مل کر کام کرتے ہیں۔اس کا ایک ہی مقصد ہوتا ہے، جس کام کو لوگ اکیلے نہ کر

سکیں، اسے حل کر کرتے ہیں۔ کم مقدار میں پیداوار کوا کیلے مناسب قیمت پر فروخت کرنا اکثر ممکن نہیں ہو پاتا، جب کہ سبھی کی پیداوار کو امداد باہمی کے ذریعہ جمع کر کے مناسب قیمت پر فروخت کیا جا سکتا ہے۔ اس سے لوگوں کی معاشی کمزوری بھی دور ہوتی ہے۔ آیئے، کہ سمجھنے کی کوشش کرتے ہیں کہ امداد باہمی کمیٹیوں کی ضرورت کیوں ہے اور یہ کیسے کام کرتی ہے۔ اس بات کو چند دوسری مثالوں کی مدد سے بہتر طور پر سمجھنے کی کوشش کرتے ہیں۔

پیکس یعنی پراتھمک کرشی ساکھ سمیتی (ابتدائی زرعی ساکھ امداد باہمی سوسائیٹی/Primary Agricultural Credit Co-operative Society)

حکومت کے ذریعہ پیکس کی تشکیل کسانوں کی فلاح اور ان کی زراعت سے متعلق ضرورتوں کو پورا کرنے کے لئے کی گئی ہے۔ کوئی بھی کسان مقررہ رکنیتی فیس اور ایک شیئر کی رقم دے کر اس کا رکن بن سکتا ہے۔ پیکس اپنے اراکین کے لئے بینک کا کام کرتا ہے۔

پیکس میں کسان اپنے پیسے کی بچت کرتے ہیں۔ ضرورت ہونے پر اراکین کو زرعی کام کے لئے قرض مہیا کرایا جاتا ہے۔ پیکسوں کے پاس یہ رقم اراکین کی جمع شدہ بچت اور حکومت کے ذریعہ مہیا کرائے گئے فنڈ سے آتی ہے۔ پیکس کے ذریعہ مناسب شرح پر قرض ملنے سے کسان قرض کے لئے مہاجنوں کے چنگل میں پھنسنے سے بچ جاتے ہیں۔

اس کے علاوہ پیکس کی وساطت سے کسانوں کو مناسب شرح پر صحیح کھاد اور بیج دستیاب ہوتے ہیں۔ ساتھ ہی پیکس کسانوں کی فصلوں کو حکومت کے ذریعہ اعلان کردہ کم از کم حمایتی قیمت پر خرید نا یقینی کرتا ہے۔ فی الوقت ریاست کی تمام 8463 پنچایتوں میں ایک ایک پیکس کام

کرر ہے ہیں، جس کے اراکین کی کل تعداد 96.42 لاکھ ہے۔

1۔ پیکس کے اراکین کون ہوتے ہیں؟

2۔ قرض دینے کے لئے پیکس کے پاس پیسہ کہاں سے آتا ہے؟

3۔ قرض دینے کے علاوہ پیکس اور کون سے کام کرتی ہے؟

4۔ پیکس کے سبب کسانوں کو مہاجنوں کے چنگل سے نجات کیسے ملتی ہے؟

5۔ پیکس کے ذریعہ فصل خریدنے سے کسانوں کو کیا فائدہ ہوتا ہے؟

6۔ پیکس کے اراکین کس مشترکہ مقصد کے لئے ایک جٹ ہوتے ہیں؟

7۔ حکومت کمزور طبقوں کو پیکس میں حصہ داری دلانے کے لئے کیا کرتی ہے؟ اپنے ٹیچر کے ساتھ پر چا کیجئے۔

صارف امداد باہمی کمیٹی

اس قسم کی کمیٹی کا قیام تھوک کاروباریوں یا پیداوار کرنے والوں سے براہ راست زیادہ مقدار میں مال خرید کر اپنے اراکین کو سستی شرح پر اسے دستیاب کرانا ہے۔ کمیٹی کے اراکین کے ذریعہ جمع رقم سے جو پونجی اکٹھا ہوتی ہے، اس سے زیادہ مقدار میں تھوک کاروباریوں یا پیداواروں سے براہ راست مال خریدے جاتے ہیں۔ اس طرح مال براہ راست خریدے جانے کے سبب مال کی قیمت خوردہ بازار سے کافی ہوتی ہے۔ مال کی کوالیٹی کی جانچ ہونے کے سبب یہاں بیچے جانے والے سامانوں کی کوالیٹی اچھی ہوتی ہے۔ اس کا ایک اور فائدہ بھی ہوتا ہے۔ اس سے کمیٹی کے اراکین کو نسبتاً کم قیمت پر اچھا مال دستیاب ہو جاتا ہے۔ اس طرح یہ کمیٹیاں مالی بنیاد پر کمزور لوگوں کو تاجروں اور دلالوں کے ذریعہ کئے جانے والے استحصال سے بچاتی ہیں۔ اس طرح ہم دیکھتے ہیں کہ امداد باہمی کمیٹیوں کا قیام کسی بھی شعبہ میں مسائل کا باہمی طور پر حل تلاش کرنے اور وہاں کے لوگوں کی معاش یا روزمرہ کی زندگی سے متعلق مسائل یا مشکلات کو کم کرنے کے لئے کیا جاتا ہے۔

1۔ صارف امداد باہمی کمیٹی جیسی کمیٹیاں کیوں بنائی جاتی ہیں؟

2۔ اس کا رکن بننے کے لئے کیا لازمی ہے؟

3۔ تھوک کاروباریوں یا پیداوار کرنے والوں سے زیادہ مقدار میں مال خریدنے کے لئے پونجی کہاں سے

آتی ہے؟

4۔ چرچا کر کے پتہ کریں— تھوک کاروباریوں یا پیداوار کرنے والوں سے خریدے گئے سامان بازار سے سستی قیمت پر کیوں دستیاب ہوتے ہیں؟

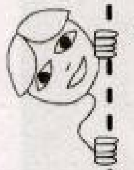

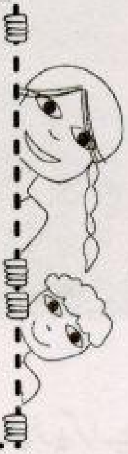

آپ کے علاقے میں کس قسم کی امداد باہمی کمیٹیاں ہیں؟ ایک فہرست بنائیں۔ پھر ٹولی بنا کر نیچے دئے گئے نکات پر ان کے بارے میں جانکاری تلاش کیجئے۔ اپنی ایک رپورٹ بنا کر کلاس میں پیش کیجئے۔

اس کے اراکین کون ہیں؟

1۔ اراکین مل کر کیا کرتے ہیں؟

2۔ اس سے کیا فائدہ ہوتا ہے؟

3۔ کمیٹی کے سامنے کس قسم کے مسائل آتے ہیں؟

امداد باہمی کمیٹی کی خوبیاں اور خامیاں

ابھی تک ہم نے دیکھا کہ امداد باہمی کمیٹیاں اپنے اراکین کے مفادات اور ان کے معاشی ترقی کے لئے کئی قسم کی کوششیں کرتی ہیں۔ ان کمیٹیوں کا کام نجی روزگار سے الگ ہے۔ اس میں انفرادی فائدہ کے بجائے اجتماعی مفاد پر زور دیا جاتا ہے۔

سب کے لئے رکنیت

امداد باہمی کمیٹی کی تشکیل اور ان کی رکنیت اختیاری ہوتی ہے یعنی کوئی بھی شخص کسی امداد باہمی کمیٹی میں حسب خواہش شامل ہو سکتے ہیں۔ اس کی رکنیت حاصل کرنے کے لئے مذہب،

ذات وغیرہ کی کوئی بندش نہیں ہوتی ہے۔ یعنی اس کی رکنیت کھلی ہوتی ہے۔ اراکین کا مقصد وہی ہونا چاہئے، جس مقصد کے لئے کمیٹی بنائی گئی ہے۔

جیسے مدھوراپور مہیلا دگدھ اتپادک سہوگ کمیتی کے اراکین صرف دودھ پیدا کرنے والے ہی ہو سکتے ہیں۔ ایسا کوئی شخص اس کا رکن نہیں ہوسکتا، جو دودھ نہیں پیدا کرتا ہو۔

لیکن اس کے باوجود کئی بار کچھ کمیٹیوں میں ایسے اراکین بھی رکنیت حاصل کرنے میں کامیاب ہوجاتے ہیں، جو اس کے مستحق نہیں ہوتے ہیں۔ یہ لوگ جھوٹ بول کر یا فرضی دستاویز کی بدولت کمیٹی کا رکن بن جاتے ہیں۔ ایسے فرضی اراکین کے سبب کمیٹی کی تشکیل کا مقصد بھی متاثر ہونے لگتا ہے۔ ایسے اراکین کمیٹی کے ذریعہ اپنا ذاتی فائدہ اٹھانا چاہتے ہیں۔ اس طرح جو فائدہ سب کو ملنا چاہیے، وہ کچھ لوگوں کو ہی حاصل ہوتا ہے۔ جب دوسرے اراکین اس کی مخالفت کرتے ہیں تو ان میں آپسی جھگڑے ہونے لگتے ہیں۔ اس سے کمیٹی کی ترقی ہونے کے بجائے اس میں تنزلی پیدا ہونے لگتی ہے۔ بہار میں متسیہ جیوی سہوگ کمیتی (مچھلی پروری امداد باہمی کمیٹی) اور ویاپار منڈل (تجارتی جماعت) کی ناکامی کے چند اسباب یہ بھی ہیں۔

اپنے استاد اور گھر کے افراد سے گفتگو کرکے بہار متسیہ جیوی سہوگ کمیتی اور ویاپار منڈل کی ناکامی کے اسباب تلاش کیجئے۔

مساوات

امداد باہمی کمیٹی کے تمام اراکین کو مساوی اختیارات حاصل ہوتے ہیں۔ جہاں تجارتی تنظیموں کا انتظام وانصرام ماہر اور اعلیٰ تنخواہ یافتہ منیجروں کے ذریعہ کیا جاتا ہے، وہیں امداد باہمی نظام میں اراکین کی حصہ داری پر زور دیا جاتا ہے۔ اس کا انتظام وانصرام خود اراکین کے ذریعہ جمہوری بنیادوں پر کیا جاتا ہے۔ اس کے کام کاج کے لئے ایک مجلس عاملہ کی تشکیل کی جاتی ہے جن کے اراکین کا انتخاب عام سبھا کے ووٹوں کی بنیاد پر ہوتا ہے۔ اس میں ہر ایک رکن کو ووٹ دینے کا اختیار ہوتا ہے۔

مدھوراپور کی کہانی میں بھی آپ نے دیکھا کہ مدھوراپور دودھ پیداوار کمیٹی میں بھی انتظام وانصرام کے لئے اراکین کے ووٹوں کی بنیاد پر جمہوری طریقے سے ایک 13 رکنی مجلس عاملہ کی تشکیل کی گئی ہے۔

لیکن کمیٹی میں جب ایسے اراکین کی تعداد زیادہ ہو جاتی ہے جو غلط طریقے سے رکنیت حاصل کر لیتے ہیں تو کمیٹی کا جمہوری ڈھانچہ تباہ ہو جاتا ہے۔

یہ لوگ ذاتی مفاد کے لئے من پسند مجلس عاملہ کی تشکیل کر لیتے ہیں۔ اس سے امداد باہمی کمیٹی اپنے اصل مقصد کی تکمیل کرنے میں ناکام ہو جاتی ہے اور کچھ مفاد پرست عناصر کے ہاتھ کی کٹھ پتلی بن جاتی ہے۔

بہار میں کئی امداد باہمی کمیٹیاں اسی وجہ سے ناکام رہی ہیں۔ متسیہ جیوی سہکاری سمیتی اس کی ایک قابل ذکر مثال ہے۔ بہار میں سرکاری تالابوں کی بندوبستی صرف ماہی پروری امداد باہمی کمیٹی کر سکتی ہے۔ اس کا مقصد اس سے جڑے ماہی پروروں کی معاش کے مواقع مہیا کرانا ہوتا ہے۔ لیکن ان کمیٹیوں میں ایسے دولت مند لوگوں کا قبضہ ہے، جو صرف ذات سے مچھوارے ہیں۔ ماہی پروری ان کا پیشہ نہیں ہے۔ یہ لوگ بندوبستی کر کے غریب مچھواروں کو تالاب زیادہ لگان پر دے کر ان کا استحصال کرتے ہیں۔

منافع کی تقسیم

امداد باہمی کی ایک اور خوبی ہے کہ اس کے منافع کی منصفانہ تقسیم تمام اراکین میں کی جاتی ہے۔

مثال کے طور پر مدھوراپور مہیلا دگدھ اتپادک سہوگ سمیتی میں بھی خالص مفافع کا 25 فی صد حصہ جمع شدہ فنڈ میں کیا جاتا ہے۔ جمع شدہ فنڈ کا استعمال کمیٹی کی بہتری کے لئے نئی مشینیں یا ساز وسامان خریدنے اور ہنگامی اخراجات میں کیا جاتا ہے۔ بقیہ 75 فی صد رکن کسانوں کو بونس اور کئی فلاحی منصوبوں پر خرچ کیا جاتا ہے۔

1۔ جمع شدہ فنڈ میں جمع کرنے کی ضرورت کیوں ہے؟

2۔ آپ کے مطابق دودھ پیداوار کمیٹیاں کس قسم کے منصوبوں پر خرچ کرتی ہیں؟

3۔ دودھیا کا کام اور کمیٹی کے کام میں کیا فرق ہے؟

امداد باہمی کمیٹی کی خصوصیات اور کمزوریوں کے مطالعہ کے بعد ہم اس نتیجہ پر پہنچے ہیں کہ یہ کمیٹیاں سماج کے غریب، پچھڑے اور محدود وسائل والے لوگوں کے فروغ میں پورا تعاون کرتی ہیں۔ ضرورت اس بات کی ہے کہ ان کی خامیوں کو دور کرنے کی کوشش کی جانی چاہئے۔

اگر ان کمیٹیوں میں کام کرنے والے لوگوں کو انتظام وانصرام سے متعلق تربیت دے دی جائے اور وافر سرمایہ دستیاب کرا دی جائے اور لوگوں میں اجتماعی مفادات کو ترجیح دینے کا جذبہ پیدا کرنا چاہئے۔

مشق کے سوالات

1۔امداد باہمی کے اراکین کون ہوتے ہیں؟مل کر کیا کرتے ہیں؟اس سے کیا فائدہ ہوتا ہے؟

2۔امداد باہمی سے آپ کیا سمجھتے ہیں؟ایک مثال پیش کر کے سمجھائیے۔امداد باہمی کمیٹیاں بننے سے پہلے،ان سے متعلق لوگوں کو کن کن دشواریوں کا سامنا کرنا پڑتا تھا؟ان کے بننے کے بعد یہ دشواریاں کیسے دور ہو پائیں؟

3۔باب میں جن تین امداد باہمی کمیٹیوں کی بات کی گئی ہے،ان میں سے آپ کس امداد باہمی کمیٹی کو سب سے زیادہ مفید مانتے ہیں اور کیوں؟

4۔امداد باہمی کمیٹیوں کے کام کاج میں کون کون سی مشکلیں آتی ہیں؟ آپ کے خیال میں ان مشکلوں کو حل کرنے کے لئے کیا کیا کیا جاسکتا ہے؟

مان لیں آپ مدھوراپور مہیلا دگدھ سمیتی کے صدر ہیں،اپنی کمیٹی کو اچھی طرح سے چلانے اور اس میں زیادہ سے زیادہ لوگوں کو جوڑنے کے لئے آپ کیا کیا کوششیں کریں گے؟

5۔استاد کی مدد سے درج ذیل چارٹ بھریں۔

امداد باہمی کمیٹی کا نام	رکن کون ہوتے ہیں	مل کر کیا کرتے ہیں اس کے منافع	مسائل
مدھوراپور مہیلا دگدھ اتپادک سہیوگ سمیتی		دودھ کی فروخت اور مناسب قیمت	
صارف امداد باہمی کمیٹی			غیر تربیت یافتہ انتظامیہ
پیکس			سرمائے کی کمی

باب

8

غذائی تحفظ

مادھو پور گاؤں میں راموایک کسان مزدور ہے۔ راموکا سب سے بڑا بیٹا سوموسرپنچ کے یہاں پچھلے تین برسوں سے مویشیوں کی دیکھ بھال کا کام کرتا ہے۔ سرپنچ کبھی کبھار اسے کچھ پیسے دے دیتا ہے، جو سال بھر میں کل ملا کر ہزار روپے بھی نہیں ہو پاتے ہیں۔

سومو کے علاوہ رامو کے تین بیٹے اور دو بیٹیاں ہیں۔ اس نے اپنی بڑی بیٹی کملا کی شادی تین سال پہلے ہی جب وہ سولہ سال کی تھی، کردی تھی۔ آج اس کا بھی ایک دو سال کا بچہ ہے۔ دوسری بیٹی سرلا ابھی چودہ سال کی ہے، اور وہ پیدائش سے ہی کمزور ہے۔ پیدائش کے وقت اس کی ماں بھی کافی کمزور تھی۔ سرلا گھر پر ہی اپنے تین چھوٹے بھائیوں کی دیکھ بھال کرتی ہے۔ رامو کی بیوی تین چار گھروں میں آیا کا کام کرتی ہے۔ فصل کے موسم میں وہ کھیتوں میں کام کر کے کچھ روپے کما لیتی ہے۔

جب کملا دوبارہ حاملہ ہوئی، تب سے اس کی طبیعت لگاتار خراب رہنے لگی ہے۔ بچہ بھی کمزور ہونے کے سبب پیدائش کے کچھ ہی دنوں بعد گزر گیا۔

اس سال، بارش نہ ہونے کے سبب گاؤں میں کھیتی کا کام نہیں کے برابر ہے۔ پہلے رامو کھیتی کا کام نہ ملنے پر گاؤں کے ہی اینٹ بھٹھے پر کام کرنے چلا جاتا تھا۔ لیکن اب اس کے جسم سے بھی زیادہ محنت کا کام نہیں ہو پاتا ہے اور وہ جلدی ہی تھک جاتا ہے۔

گھر کی مالی حالت بگڑنے پر بڑا بیٹا سومو ملازمت کی

تلاش میں شہر چلا جاتا ہے۔ لیکن وہاں بھی اسے کئی لوگوں نے نابالغ کہہ کر کام دینے سے انکار کر دیا۔ سوموا اٹھارہ سال کا ہوجانے کے باوجود 15-14 سال سے زیادہ کا نہیں لگتا۔ کسی طرح اسے ایک ہوٹل میں 500 روپے مہینہ پر نوکری ملی۔ ان میں سے زیادہ تر پیسہ وہ اپنی ماں کے علاج اور چھوٹے بھائی بہنوں کے کھانا کے لئے گاؤں بھیج دیتا ہے۔

ادھر کچھ دنوں سے سوموکی طبیعت بھی ٹھیک نہیں ہے۔ طویل عرصہ سے خاندان کو مناسب خوراک نہیں ملنے سے سبھی کمزور ہیں۔ عام طور پر ان کا جو وزن ہونا چاہئے، اس سے کافی کم ہے۔

1۔ کیا کھیتوں میں کام کر کے راموکی باقاعدہ آمدنی ہوتی ہوگی؟ کیا اس آمدنی سے وہ مناسب خوراک کا نظم کر پاتا ہوگا؟ چرچا کریں۔

2۔ کملا کی بیماری اور اسے چھوٹے سے بچے کی موت کا کیا سبب ہے؟

3۔ سوموا پنی عمر سے کم کیوں نظر آتا ہے؟

4۔ راموا اور اس کے خاندان کو طویل عرصہ تک مناسب خوراک کیوں نہیں مل پاتی ہے؟ ایسا کیوں ہے کہ نسل در نسل اس خاندان کے لوگ کمزور پیدا ہوتے ہیں؟

5۔ سرلا پیدائش سے ہی کمزور کیوں ہے؟

اوپر پیش کی گئی راموکی کہانی صرف اسی کی کہانی نہیں ہے۔ ہمارے ملک میں کئی ایسے خاندان مختلف گاؤں، قصبوں، شہروں اور پاس پڑوس میں آسانی سے نظر آجائیں گے۔ کچھ لوگوں کی حالت تو ان سے بھی زیادہ قابل رحم ہوتی ہے۔

اس طرح کے خاندان، جن کے افراد کو بہت طویل عرصے تک مناسب اور غذائیت سے بھرپور خوراک نہیں مل پاتی ہے، اور جو اپنے ناقص تغذیہ کی وجہ سے پیدا ہوئی کمزوری اپنی آنے والی نسلوں کو بھی دیتے ہیں، انہیں 'دیرینہ بھوک' کا شکار کہا جاتا ہے۔ اس لئے ایسے خاندانوں کے لئے غذائی تحفظ انتہائی ضروری ہے۔

ناقص تغذیہ

جسم کے لئے ضروری اور مناسب خوراک کا طویل عرصہ تک نہ مل پانا ہی ناقص تغذیہ کہلاتا ہے۔ ناقص تغذیہ کے شکار ماں باپ کمزور بچوں کو جنم دیتے ہیں۔ کمزور بچے اپنی عمر سے کم نظر آتے ہیں اور ان کی نشو نما رک جاتی ہے۔ عمر کے مطابق، بچوں کے وزن اور لمبائی میں جس تناسب میں اضافہ ہونا چاہئے اس میں عدم توازن پیدا ہوجاتا

ہے۔ ساتھ ہی ان کی مرض سے مدافعت کی صلاحیت میں بھی کمی آجاتی ہے۔ عام بیماریوں مثلاً بخار، الٹی، دست، گھینگھا مرض، رتوندھی وغیرہ بھی ان کی موت کا سبب بن سکتی ہے۔

ناقص تغذیہ کا شکار خاندان

ناقص غذائیت کو کیسے پہچانیں؟

— جسم کی نشوونما کا رکنا۔

— خون کی کمی ہونا۔

— عضلے کا ڈھیلا ہونا یا سکڑ جانا۔

— جسم کا وزن کم ہونا

— ہاتھ پاؤں پتلے اور پیٹ بڑھا ہونا یا جسم کا سوجن۔

— کمزوری محسوس کرنا۔

— عورتوں میں خون کی کمی ہونا اور طویل عرصے سے کم غذا ملنے کی وجہ سے ان کا وزن لگاتار کم رہتا ہے۔
(N.F.H.S. Report)

ہندوستان کے آئین میں تمام شہریوں کو جینے کا بنیادی حق حاصل ہے۔ کسی بھی شخص کے لئے بغیر مناسب غذا کے زندہ رہ پانا نہ صرف مشکل ہے، بلکہ بے معنی ہے۔

آج بھی ہمارے ملک میں غریبی، بے روزگاری، بھوک وغیرہ سے پیدا ہوئی ناقص تغذیہ جیسے مسائل کے کافی لوگ شکار ہیں۔ دیہی علاقوں میں قریب 40 فی صد عورتیں اور 30 فی صد مردوں میں بلاواسطہ یا بالواسطہ ناقص تغذیہ کی علامتیں پائی جاتی ہیں۔

وزن ناپنا

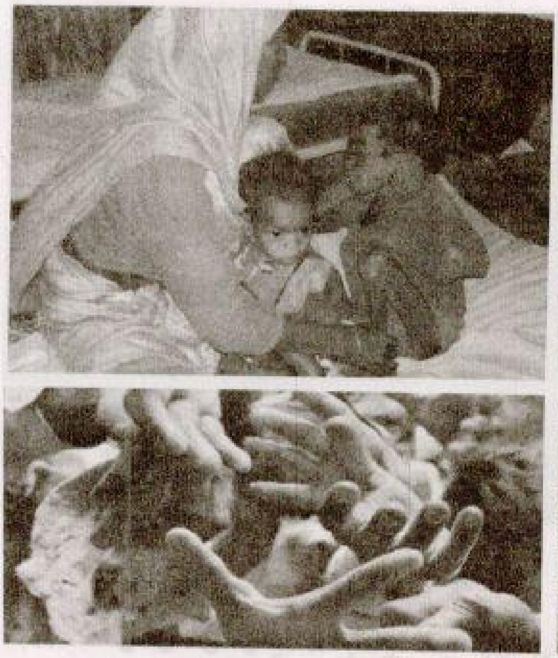

ناقص تغذیہ کا شکار خاندان

کلیان 2 سال 6 مہینے، 10 کیلوگرام، مارچ 2006

کلیان 2 سال 3.5 کیلوگرام، اکتوبر 2005 موضع گارلا گریڈ، گونا، مدھیہ پردیش

حوالہ: ڈاکٹر منی، عوامی صحت مرکز، سینوگ

1۔ کن چیزوں کی کمی کے سبب ناقص تغذیہ ہوتا ہے؟

2۔ ناقص تغذیہ کی کیا کیا علامتیں ہوتی ہیں؟

3۔ مردوں کے مقابلے عورتیں زیادہ تر ناقص تغذیہ کا شکار کیوں ہوتی ہیں؟

4۔ ناقص تغذیہ جیسے مسئلہ سے نپٹنے کے لیے ہمیں کیا کرنا چاہیے؟ استاد کے ساتھ چرچا کیجیے۔

5۔ آپ اپنے پڑوس کے آنگن باڑی مرکز جا کر درج ذیل اطلاع جمع کر کے ایک رپورٹ تیار کیجیے۔

—بچوں اور عورتوں کا وزن کیوں لیا جاتا ہے؟

—وہاں لوگ کس قسم کی غذا لیتے ہیں؟

— آنگن باڑی مرکز کا اصل مقصد کیا ہے؟

روزگار کی تلاش

آج بھی سماج میں ایک بڑا طبقہ ایسا ہے، جنہیں بھر پیٹ کھانا نہیں ملتا۔ دیہی علاقوں میں کئی کسان مزدور بندھوا مزدور، بے زمین مزدور اور ایسے مزدور ہیں، جو زمین کے چھوٹے چھوٹے ٹکڑوں پر منحصر ہیں۔ روایتی خدمات فراہم کرنے والے اور چھوٹے کاروباری بھی اس طبقہ میں شامل ہیں۔ ایسا نہیں ہے کہ صرف دیہی لوگ ہی اس بیماری کے شکار ہیں۔ شہروں میں بھی ایسے لوگ ہیں جنہیں بھر پیٹ کھانا نہیں مل پاتا۔ شہری علاقوں میں اس طبقہ میں ایسے لوگ شامل ہیں جو اکثر کم تنخواہ والے کاروباروں اور غیر منظم کارخانوں و بازاروں میں کام کرتے ہیں۔ جنہیں صرف یومیہ مزدوری حاصل کر کے صرف موسمی کاموں میں ہی کام مل پاتا ہے۔ یہ طبقہ روزگار کے نقطۂ نظر سے ہمیشہ غیر محفوظ ہوتا ہے کیوں کہ ان کی آمدنی یا مزدوری اتنی کم ہوتی ہے کہ وہ محض کسی طرح زندگی گزار پاتے ہیں۔

درج فہرست ذات، درج فہرست قبائل اور دیگر پسماندہ طبقوں کی زمین کی بنیاد کمزور ہوتی ہے یا پھر ان کی زمین کی پیداوار کم ہوتی ہے۔ وہ تغذیہ کے لحاظ سے سب سے زیادہ غیر محفوظ ہیں۔

غریب لوگوں کی آمدنی بہت کم ہوتی ہے، جس سے وہ صرف زندہ ہی رہ سکتے ہیں۔ آمدنی میں اضافہ کے لئے کام کی تلاش میں دوسری جگہ جانا پڑتا ہے۔ پھر بھی ان کو روزگار کا مناسب موقع نہیں مل پاتا۔ اسی لئے حکومت اپنی سماجی ذمہ داری کے

تحت غریب لوگوں کو روزگار مہیا کرانے کے لئے روزگار منصوبہ چلا رہی ہے، جس میں دیہی علاقوں میں حکومت کے ذریعہ چلائے جا رہے مہاتما گاندھی راشٹریہ گرامین روزگار گارنٹی یوجنا کافی اہم ہے۔ اس کے قبل اسے 'نریگا' کے نام سے جانا جاتا تھا۔ اس کے تحت حکومت کام کے خواہش مند لوگوں کو ان کی پنچایت علاقہ کے آس پاس کسی ایک سال میں 100 دنوں کا روزگار مہیا کرانے کی گارنٹی دیتی ہے۔ اس منصوبہ میں دیہی بے روزگار اپنے قریبی مقام پر کام کی مانگ کر سکتے ہیں۔ اس طرح کے سرکاری منصوبے دیہی غربت کو کم کرنے کی کوشش کر رہے ہیں۔

1۔ اپنے استاد اور اپنے گھر کے بڑے بوڑھوں سے جانکاری اکٹھا کر کے اپنے آس پاس کے ایسے منصوبوں کے بارے میں پتہ لگایئے، جس سے لوگوں کو روزگار اور آمدنی حاصل ہو رہی ہے۔

2۔ بے روزگاری اور ناقص تغذیہ کا آپس میں کیا رشتہ ہے؟ آپس میں چرچا کیجئے۔

3۔ لوگوں کو روزگار دلانے کی ذمہ داری حکومت کی کیوں ہونی چاہئے؟ اپنے آئین میں دیئے گئے حقوق رتجاویز کو دھیان میں رکھ کر اس کا جواب دیجئے۔

غذائی تحفظ کی جہتیں

1۔ ملک میں وافر مقدار میں اجناس کی پیداوار اور سرکاری اناج بھنڈاروں میں غذائی اجناس کا وافر ذخیرہ۔

2۔ ہر ایک فرد کو عوامی نظام تقسیم کے توسط سے مناسب قیمت کے غذائی اجناس دستیاب۔

3۔ لوگوں کے پاس اپنی غذا سے متعلق ضروریات کو پورا کرنے کے لئے پیسہ دستیاب۔

ذخیرہ اندوزی

فوڈ کارپوریشن آف انڈیا (ایف سی آئی) کے توسط سے حکومت کے ذریعہ لوگوں کو اناج، گیہوں اور چاول دیئے جاتے ہیں۔ فوڈ کارپوریشن آف انڈیا غذائی اجناس پیدا کرنے والے صوبوں کے کسانوں سے گیہوں اور چاول خریدتا ہے۔

فوڈ کارپوریشن آف انڈیا کا گودام

کسانوں کو ان کی فصل کے لئے پہلے سے ہی مقررہ قیمتیں دی جاتی ہیں۔ اس قیمت کو کم از کم حمایتی قیمت کہا جاتا ہے۔ ان فصلوں کی پیداوار کی حوصلہ افزائی کرنے کے مقصد سے بوائی کے موسم سے پہلے ہی حکومت ہر سال ایک کم از کم حمایتی قیمت کا اعلاان کرتی ہے۔ خریدے ہوئے اناج گوداموں میں رکھے جاتے ہیں۔ اسے بفراسٹاک کہتے ہیں۔ فوڈ کارپوریشن آف انڈیا کے اس بفراسٹاک کو حکومت راشن کی دکانوں کو توسط سے سماج میں تقسیم کرتی ہے۔ اسے عوامی نظام تقسیم کہتے ہیں۔

1۔ کیا آپ کے گھروں میں بھی اناج کا ذخیرہ رکھا جاتا ہے؟ اگر ہاں تو اس کا کیا مقصد ہے؟

2۔ کیا آپ کے گھروں میں بھی بازار سے کم قیمت پر اناج آتا ہے؟ اگر ہاں تو یہ کیسے؟

3۔ حکومت بفراسٹاک کیوں بناتی ہے؟

4۔ مناسب قیمت کی دکانوں تک اناج کیسے پہنچتا ہے؟ اپنے لفظوں میں لکھئے۔

عوامی نظام تقسیم کی موجودہ صورت حال

راشن کی دکانوں پر صبح صبح لوگوں کی خوب بھیڑ لگی تھی۔ مٹی کا تیل نہیں مل رہا تھا۔ لوگ دکاندار کو طعنے دے رہے تھے — بلیک میں دیتا ہوگا۔ اور دکاندار کہتا — میں کہاں سے لاؤں؟ میرے گھر پر تیل کا کنواں ہے کیا؟ حکومت کوٹا پورا نہیں کر رہی ہے اور گالی مجھے سننی پڑ رہی ہے۔

1۔ کیا آپ نے اس قسم کی صورت حال کو کبھی دیکھا ہے؟
2۔ آپ کے خیال میں کیا دکاندار سچ بول رہا ہے؟
3۔ کیا آپ کے خاندان کے پاس راشن کارڈ ہے؟
4۔ اس راشن کارڈ سے آپ کے خاندان نے حال میں کون کون سی چیزیں خریدی ہیں؟
5۔ کیا آپ کے خاندان کو راشن کی چیزیں لینے میں کچھ مسائل کا سامنا کرنا پڑتا ہے؟ ان سے پتہ کیجئے۔
6۔ آپ کی سمجھ سے راشن کی دکانیں کیوں ضروری ہیں؟

اب بیشتر علاقوں، گاؤں، قصبوں اور شہروں میں راشن کی دکانیں ہیں۔ بہار میں دسمبر 2010 میں کل 42471 راشن دکانیں (عوامی نظام تقسیم کی دکانیں) چل رہی تھیں۔ ان دکانون میں حکومت کے ذریعہ غذائی اجناس کے علاوہ مٹی کا تیل بھی کم دام پر فروخت کیا جاتا ہے۔ اس کے تحت راشن کوپن اور کراسن تیل کوپن سے کوئی بھی خاندان فی ماہ ان کی ایک مقررہ مقدار قریبی راشن کی دکان سے خرید سکتا ہے۔ حکومت کی طرف سے خط افلاس کے نیچے (بی پی ایل) کے خاندانوں کے لئے امدادی شرح پر 35 کیلوگرام فی خاندان ہر ماہ کی شرح سے غذائی اجناس کا ماہانہ کوٹہ الاٹ ہوتا ہے۔ ریاستی حکومت کے ذریعہ اس منصوبہ کے تحت 5.22 روپے فی کیلوگرام کی شرح سے 10 کیلوگرام گیہوں اور 6.78 روپے فی کیلو کی شرح سے 15 کیلوگرام چاول فی خاندانی ہر ماہ دستیاب کرایا جاتا ہے۔

عوامی نظام تقسیم غذائی تحفظ کو یقینی بنانے کی سمت میں ایک اہم قدم ہے۔ شروع میں یہ نظام سب کے لئے تھا۔ غریبوں اور غیر غریبوں کے بیچ کوئی فرق نہیں کیا جاتا تھا۔ لیکن اب اس میں غریبوں اور غیر غریبوں کے لئے سامانوں کی الگ الگ قیمت رکھی جاتی ہے۔

اس نے ملک کے اناج کی زیادہ پیداوار والے علاقوں سے کم پیداوار والے علاقوں میں غذائی سپلائی کے توسط سے قحط اور فاقہ کشی پر قابو پانے میں ایک اہم رول ادا کیا ہے۔ اس کے علاوہ عام طور پر اس سے غریب خاندانوں کے حق میں قیمتوں پر روک بھی لگائی جاتی ہے۔ عوامی نظام تقسیم کو کئی بنیادوں پر سخت نکتہ چینی کا سامنا بھی کرنا پڑتا ہے۔

ہمارے ملک میں اناجوں سے ٹھساٹھس بھرے گوداموں کے باوجود فاقہ کشی کے واقعات پیش آتے رہتے ہیں۔ ایف سی آئی کے گودام اناج سے بھرے ہیں۔ کہیں اناج سڑ رہا ہے تو کچھ جگہوں پر چوہے اناج کھا رہے ہیں۔ گوداموں سے راشن دکانوں تک اناج پہنچانے میں بھی کافی ہیرا پھیری کی جاتی ہے۔ راشن دکان داروں کے ذریعہ بھی ان اناجوں کی بڑے پیمانے پر کالابازاری کی جاتی ہے۔

اپنے علاقے کی راشن دکان پر جائیں اور درج ذیل معلومات حاصل کریں۔

1۔ راشن کی دکان کب کھلتی ہے؟

2۔ وہاں پر کون کون سی چیزیں فروخت کی جاتی ہیں؟

3۔ وہاں کس کس طرح کے کارڈ رکھنے والے آتے ہیں؟

4۔ وہاں راشن کہاں سے آتا ہے؟

5۔ کیا ان دکانوں میں طرح طرح کے کارڈ رکھنے والوں کے لئے یکساں قیمت ہوتی ہے؟

6۔ کیا راشن کی دکان اور کھلے بازار کے سامانوں کی کوالیٹی اور قیمت میں فرق ہوتا ہے؟ پتہ لگایئے۔

7۔ عوامی نظام تقسیم کے تحت اے پی ایل، بی پی ایل، انتیودے، بزرگ لوگوں کے لئے ان پورنا منصوبہ چلایا جاتا ہے۔ اپنے ٹیچر سے اس موضوع پر معلومات حاصل کریں۔

8۔ غریب اور غیر غریب کے لئے چیزوں کی الگ الگ قیمت رکھنے میں کیا کوئی عملی دشواری ہو سکتی ہے؟ وجہ سمیت بتایئے۔

1۔ کیا آپ کو لگتا ہے کہ حکومت کا غریبوں کے ساتھ غذائی تحفظ کرانے کا یہ طریقہ صحیح ہے؟ وجہ کے ساتھ سمجھایئے۔

2۔ کیا ایسا بھی کیا جا سکتا ہے کہ کم داموں پر غذائی تحفظ عوامی طور پر تمام لوگوں کو مہیا کرایا جائے؟ اس کے فائدے اور نقصان پر اپنے ٹیچر کے ساتھ چرچا کیجئے۔

3۔ کیا کچھ لوگ غلط طریقوں سے اپنے کو اس خط کے نیچے ثابت کرنے کی کوشش کرتے ہوں گے؟

دوپہر کا کھانا منصوبہ۔۔۔ یہ حکومت کے ذریعہ اٹھایا گیا ایک اہم قدم ہے، جس کے تحت بچوں میں ناقص تغذیہ کو دور کرنے کے لئے اسکول میں غذائیت سے بھرپور خوراک مہیا کرائی جاتی ہے۔

عوامی نظام تقسیم سے صحیح معنی میں غریبوں اور ناقص تغذیہ کے شکار لوگوں کی مدد ہو سکے، اس کے لئے ضروری ہے کہ اس کی خامیوں کو دور کرنے کے لئے حکومت اناج کے ذخیرہ کا مناسب نظم اور راشن دکانوں تک سامان بروقت پہنچانے کا انتظام کرے۔ اس کے بعد مناسب قیمت اور مقدار میں لوگوں کو غذائی اجناس کی دستیابی کو یقینی بنانے کی کوشش بھی کرے۔

خط افلاس۔۔۔ حکومت ہند ان لوگوں کو خط افلاس سے نیچے مانتی ہے، جو اس کے ذریعہ مقررہ کم از کم معاشی سطح کے نیچے ہوں۔ یہ لوگ سرکاری مدد مثلاً کم دام پر غذائی اجناس حاصل کرنے کے حق دار ہوتے ہیں۔ یہ خط گاؤں اور شہر کے باشندوں کے لئے الگ الگ مقرر کی جاتی ہے۔

مشق کے سوالات

1۔ایسے کون سے لوگ ہیں، جو ناقص تغذیہ کے سب سے زیادہ شکار ہو سکتے ہیں؟

2۔راشن کی دکان ہونا کیوں ضروری ہے؟ سمجھایئے۔

3۔لوگوں کو عوامی نظام تقسیم کے ذریعہ غذائی اجناس دستیاب کرانے کے علاوہ غذائی تحفظ کے لئے اور کیا کیا تدابیر کی جاسکتی ہیں؟ استاد کے ساتھ چرچا کیجئے۔

4۔غذائی تحفظ سے آپ کیا سمجھتے ہیں؟ یہ تمام لوگوں کے لئے کیوں ضروری ہے؟

5۔ناقص تغذیہ کیا ہے؟ ناقص تغذیہ سے لوگوں پر کس کس طرح کے اثرات پڑتے ہیں؟

6۔آپ کے علاقے میں حکومت کے ذریعہ لوگوں کو روزگار دینے کے لئے کون کون سے منصوبے چلائے جارہے ہیں؟ آپ کے خیال میں ان میں سے کس منصوبہ کا فائدہ لوگوں کو سب سے زیادہ ہو رہا ہے اور کیوں؟

7۔ہندوستان میں اناج کی مقدار کافی ہونے کے باوجود بھی کئی لوگوں کو بھر پیٹ کھانا کیوں نہیں مل پاتا؟ اپنے لفظوں میں سمجھایئے۔

8۔عوامی نظام تقسیم کیا ہے؟ ایک تفصیل دے کر سمجھایئے۔

9۔ہندوستان میں اپنائی جانے والے عوامی نظام تقسیم میں کس قسم کی دشواریاں ہیں؟ آپ کے خیال میں انہیں حل کرنے کے لئے کیا کرنا چاہئے؟

وندے ماترم

سُجلام سُفلام مَل یَج شیتلام،

شسیۓ۔شیام لام مَاتَرم

وَندے مَاتَرم!!

شُوبھر۔جیوتسنا۔پُلکِت۔یامنیم،

پھُلّ۔کوسُومِت۔دُرم دَل۔شُوبھینیم

سُوہاسنیم، سومدھر بھاشنیم،

سُوکھدام، وَردام، مَاتَرم!!

وَندے مَاتَرم!!

SAMAJIK, ARTHIK AND RAJNITIK JIVAN

Class-VIII

قومی ترانہ

جَنَ گَنَ مَنَ اَدھینایک جیہ ہے
بھارت بھاگیہ وِدھاتا !
پنجاب سندھ گجرات مراٹھا
دراوڑ اُتکل بنگ !
وِندھیہ ہماچل یمنا گنگا
اُچھل جل دھی ترنگ !
تَو شبھ نامے جاگے،
تَو شبھ آشش ماگے،
گاہے تَو جے گاتھا !
جَنَ گَنَ منگل دایک جیہ ہے
بھارت بھاگیہ وِدھاتا !
جیہ ہے، جیہ ہے، جیہ ہے،
جیہ جیہ جیہ، جیہ ہے !

सत्र 2015-16	सामाजिक, आर्थिक एवं राजनीतिक जीवन, भाग-3 (कक्षा-8, उर्दू)	निःशुल्क वितरण हेतु

बिहार स्टेट टेक्स्ट बुक पब्लिशिंग कॉरपोरेशन लिमिटेड, पटना

आवरण मुद्रण : सम्राट ऑफसेट, सब्जीबाग, पटना-800 004